Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.3 No.1,January-March,2025.Page No.1523-1551
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

IBN MANDA AL-ISFAHANI'S PERSONALITY AND HIS METHODOLOGY AND STYLE IN MA'RIFAT AL-SAHABAH

ابن مندہ الاصفہانیؒ کی شخصیت اور معرفۃ الصحابہ میں ان کا منہج واسلوب

Hafiz Abdur Raoof	Alhamd Islamic University (Islamabad Campus)
	.Email: hafizabdurraoof@gmail.com
Dr Sami ul Haq	Professor, Department of Islamic Studies, Alhamd Islamic University, Islamabad
	Email: drsami56@gmail.com

ABSTRACT

Abu Abdullah Muhammad bin Ishaq Ibn Manda al-Isfahani (310-395 AH) was a renowned Islamic scholar, Hadith expert, and historian known for his significant contributions to the preservation of Islamic traditions. His work *Ma'rifat al-Sahabah* is a comprehensive biographical compilation dedicated to documenting the lives of the Prophet Muhammad's ﷺ companions. Ibn Manda's methodology in this work is characterized by meticulous authenticity, adherence to strict hadith verification principles, and reliance on primary sources. He systematically presents narrations with isnads (chains of transmission) to ensure the credibility of reports. His style reflects a balanced approach, combining historical detail with scholarly rigor while maintaining a clear and structured narrative. One of the distinguishing features of Ibn Manda's approach is his emphasis on *ilm al-rijal* (the science of narrators), where he critically evaluates the reliability of transmitters. He follows a thematic and alphabetical arrangement, making the compilation both accessible and academically valuable. Furthermore, he integrates the virtues, contributions, and roles of the Sahabah in early Islamic history, portraying their significance in the transmission of religious knowledge.His work remains an essential reference in hadith studies and Islamic historiography. By upholding authenticity and precision, Ibn Manda significantly contributed to the preservation of the Prophet's ﷺ legacy. His methodological rigor has influenced later scholars and remains a model in the field of biographical literature.

Keywords: Ibn Manda al-Isfahani, Ma'rifat al-Sahabah, Hadith methodology, Islamic historiography, Ilm al-Rijal

تعارف

نام ونسب

ابن مندہؒ کا اصل نام محمد بن اسحاق اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ آپ کا نسب محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیی بن ابراہیم بن مندہ الأصفہانیؒ العبدی تک پہنچتا ہے۔[1] علمی دنیا میں آپ ابن مندہ کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا تعلق فارسی النسل خاندان سے تھا اور "ابن مندہ" دراصل آپؒ کے دادا ابراہیم کا لقب تھا، جس کے ذریعے آپ شہرت کی بلندیوں تک پہنچے۔[2]

مَنْدَہ: میم کے فتحہ، نون ساکن، دال کے فتحہ اور ہا ساکن کے ساتھ ہے۔[3]

پیدائش

ابن مندہؒ کی ولادت 310 یا 311 ہجری میں اصبہان [4] میں ہوئی۔[5] ابن ابی یعلیٰؒ [6] نے اپنی کتاب طبقات الحنابلہ میں آپ کی پیدائش کا سال 310 ہجری بیان کیا ہے۔[7]

علمی نشوونما اور خاندان

بنو مندہ ایک علمی اور دینی خاندان تھا، جہاں ابن مندہؒ نے آنکھ کھولی۔ آپ کے والد اسحاق بن محمدؒ کا شمار جلیل القدر محدثین میں ہوتا ہے، جبکہ آپ کے دادا اور والد کے چچا عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن مندہ الأصفہانیؒ بھی اپنے وقت کے نامور محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپؒ کی اولاد میں ابو قاسم عبدالرحمٰنؒ، ابو عمرو عبدالوہابؒ اور ابوالحسن عبیداللہؒ جیسے محدثین شامل ہیں، جبکہ آپؒ کے پوتے ابو یعقوب اسحاق بن عبدالوہابؒ، ابوالحسین عبدالملک بن عبدالوہابؒ، ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالوہابؒ اور ابو زکریا یحییٰ بن عبدالوہابؒ بھی علم حدیث میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اس طرح ابن مندہؒ کا پورا خاندان دین اور علم کے نور سے منور نظر آتا ہے۔

امام ذہبیؒ[8] فرماتے ہیں کہ میں نے روایتِ حدیث میں بنو مندہ کے خاندان جیسا کوئی اور گھرانہ نہیں دیکھا، جہاں روایت کا یہ سلسلہ خلیفہ معتصم کے زمانے (225ھ) سے لے کر 360ھ تک تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔[9] ابن مندہؒ کو بچپن ہی سے والدِ گرامی کی غیر معمولی توجہ اور شفقت حاصل رہی، جس کی بدولت انہوں نے نہایت کم عمری میں ہی علومِ حدیث کے چشمہ صافی سے سیرابی حاصل کرنا شروع کی۔ صرف آٹھ برس کی عمر میں آپ نے اپنے والد اور چچا عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن مندہ سے حدیث کا سماع شروع کر دیا، اور والدِ محترم نے اس کم سنی میں ہی آپ کو جلیل القدر محدثین سے حدیث کی اجازت دلوائی۔ آپ نے کئی اکابر شیوخِ حدیث سے روایت و سماع کا شرف حاصل کیا اور اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے مسلسل جستجو جاری رکھی۔[10] گویا حدیث کے نور سے آپ کا قلب بچپن ہی سے منور ہو گیا تھا اور علم کی یہ روشنی عمر بھر آپ کی راہ کو منور کرتی رہی۔

فقہی مذہب

ابن مندہؒ اصول میں اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے پیروکار تھے اور اسی عقیدے کے دفاع میں آپؒ نے کئی گراں قدر کتب تصنیف کیں۔ آپؒ نے معتزلہ، مرجئہ، جہمیہ، شیعہ اور قدریہ جیسے گمراہ فرقوں کے نظریات کا مدلل رد کیا اور اہل سنت کے عقائد کو مضبوط دلائل کے ساتھ واضح کیا۔ ابن ابی یعلیٰؒ نے بیان کیا ہے کہ ابن مندہؒ فروعی مسائل میں امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک پر تھے، یعنی آپؒ فقہ حنبلی کے پیروکار تھے۔ اس طرح آپؒ علم الحدیث کے ساتھ ساتھ عقائد اور فقہ میں بھی ایک مضبوط علمی پس منظر رکھتے تھے اور سلفِ صالحین کے منہج پر گامزن تھے۔۔[11]

علم کی تلاش میں اسفار

علم کی جستجو میں سفر کرنا قرونِ اولیٰ کے علماء کے لیے ایک ناگزیر امر تھا۔ محدثین، صحابہ کرامؓ کی پیروی کرتے ہوئے علم کے حصول کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کرتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ جو عالم علمی اعتبار سے جتنا بلند پایہ ہوتا، اس کے اسفار بھی اسی قدر وسیع اور کثیر ہوتے۔ ابن مندہؒ نے بھی اپنے علاقے اصفہان کے جید علماء سے علم حاصل کرنے کے بعد روایتی انداز میں طلب علم کے لیے مختلف شہروں کا سفر کیا اور اپنی علمی تشنگی کو سیراب کیا۔

امام ذہبیؒ نے ان تمام شہروں کا ذکر کیا ہے جہاں ابن مندہؒ نے علمی سفر کیے اور آخر میں فرمایا کہ میں نے ابن مندہؒ سے زیادہ علمی اسفار کرنے والے کو نہیں دیکھا۔ آپؒ تیس سے زیادہ سالوں تک مسلسل علمی سفر میں رہے اور ایک طویل عرصہ ماوراء النہر میں قیام فرمایا۔ ابن مندہؒ کے اساتذہ کی تعداد سترہ سو (1700) سے زائد بتائی جاتی ہے، جن سے آپؒ نے براہ راست علم حاصل کیا۔[12]

امام ابو بکر احمد بن فضل الباطر قانیؒ[13] فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مندہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے طلب علم میں مشرق و مغرب کا دو مرتبہ چکر لگایا۔[14] یہ الفاظ ان کی علمی جستجو، عزم اور اخلاص کی گواہی دیتے ہیں، جو انہیں اسلاف کے عظیم محدثین کی صف میں شامل کرتے ہیں۔

ابن مندہؒ نے اپنی علمی پیاس بجھانے اور حدیث کے حصول کے لیے طویل اور صبر آزما سفر کیے۔ آپؒ نے اسکندریہ [15]، اصفہان،[16] طرابلس،[17] بخارا،[18] بغداد،[19] بیت المقدس،[20] بیروت،[21] تنیس،[22] حمص،[23] دمشق،[24] غزۃ[25]، کوفہ [26]، مرو[27]، قیساریۃ[28]، مکۃ المکرمۃ اور نیسابور [29] جیسے علمی مراکز کا سفر کیا۔[30] ہر مقام پر جلیل القدر محدثین اور فقہاء سے استفادہ کیا اور حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کی۔

یہ علمی اسفار محض رسمی نہ تھے بلکہ ہر شہر میں قیام، اکابر محدثین سے سماعِ حدیث، علمی مجالس میں شرکت اور ان سے اجازات کا حصول شامل تھا۔ آپؒ کے اسفار کی وسعت اور ان میں گزرا ہوا طویل عرصہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؒ کو علم سے بے حد محبت تھی اور آپؒ نے اس کے لیے ہر ممکن قربانی دی۔ ذیل میں ان شہروں کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے جہاں ابن مندہؒ نے قدم رکھا اور علمی فیض حاصل کیا۔

اسکندریہ کا سفر

ابن مندہؒ نے طلب علم اور سماع حدیث کے لیے اسکندریہ کا سفر کیا، جہاں انہوں نے عبد الرحمٰن بن عمرو البلوی سے احادیث سماع کیں۔ معرفة الصحابہ میں حدیث روایت کرتے ہوئے انہوں نے اسکندریہ شہر کا ذکر بھی کیا ہے۔[31] ان کے استاذ کا مکمل نسب أبو القاسم عبد الرحمٰن بن عمرو بن عثمان بن سعید البلوی تھا، اور ان کا تعلق اسکندریہ سے تھا۔ وہ عبد الرحمٰن بن أبي الخطاب، محمد بن میمون الفاخوری اور مطروح بن محمد بن ساکن سے روایت کرتے تھے۔ عبد الرحمٰن بن عمرو البلوی کا وصال 341ھ میں ہوا۔

اصبھان کا سفر

آپؒ نے اصبھان شہر کے جید علماء سے استفادہ کیا ہے جہاں محمد بن عبد الرحمن التیمی سے سماع حدیث کا شرف حاصل کیا، آپؒ نے معرفة الصحابہ میں ان سے حدیث ذکر کرتے ہوئے اصبھان شہر کا ذکر کیا۔[32] ابن حبان نے محمد بن عبد الرحمن کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا(وكان صواما قواما من المتعبدين)[33] یہی الفاظ تاریخ کبیر میں بھی ہیں۔

اطرابلس کا سفر

ابن مندہؒ نے علم کی تلاش میں اطرابلس شہر کا بھی سفر کیا اور وہاں کے علماء سے سماع حدیث کیا، آپ نے یہاں ابو المعمر حسین بن فہد، خیثمہ بن سلیمان اور عبداللہ بن ابی ذر سے سماع فرمایا، آپؒ نے معرفة الصحابہ میں ان سے حدیث ذکر کرتے ہوئے اطرابلس شہر کا ذکر کیا۔[34] عبد الله بن أبي ذر أبو بكر السوسي، طرابلس کے بڑے محدثین میں سے ہیں اور یہ یونس بن عدي الكوفي سے حدیث بیان کرتے ہیں۔[35] اور أبو الحسن خيثمة بن سليمان بن حيدرة القرشي الاطرابلسي مشہور ثقہ اور متقی امام ہیں، اپنے زمانے میں شام کے محدث رہے ہیں، انہوں نے محمد بن عیسی بن حيان المدائني، اور إسحاق بن إبراهيم الدبري سے حدیث کا سماع کیا، ان کی حدیث پر فضائل الصحابة کے نام سے کتاب بھی ہے۔ 250ھ میں پیدا ہوئے اور 343ھ میں وفات پائی۔[36]

أَطْرَابُلُس: ہمزہ کے فتحہ، طاء کے سکون، راء کے فتحہ، باء اور لام کے ضمہ کے ساتھ ہے۔[37]

بخاریکا سفر

ابن مندہؒ علم کی تلاش میں بخاری بھی گئے اور وہاں دو شیوخ حسین بن اسماعیل فارسی اور محمد بن محمد بن ازھر جوزجانی سے استفادہ کیا۔ آپؒ نے معرفة الصحابہ میں ان سے حدیث ذکر کرتے ہوئے بخاری شہر کا ذکر کیا۔[38]

بغداد کا سفر

بغداد شہر چونکہ علم وفن کا مرکز تھا اس لئے ابن مندہؒ طلب علم میں وہاں بھی گئے، انہوں نے معرفة الصحابہ میں بغداد کا بھی ذکر کیا ہے۔[39] آپؒ نے وہاں پر کئی شیوخ سے سماع حدیث کیا۔ ان میں عبد الله بن جعفر الفارسي[40]، محمد بن عمرو الرزي اور إسماعيل بن محمد الصفار شامل ہیں۔ عبد الله بن جعفر 258ھ میں پیدا ہوئے اور 347ھ میں فوت ہوئے۔

بیت اُلمقدّس کا سفر

طلب علم کے لئے ابن مندہؒ نے بیت المقدس کا بھی سفر کیا، آپؒ نے معرفة الصحابہ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ وہاں آپ نے ابو مسعود محمد بن ابراهیم بن عیسی سے احادیث کا سماع فرمایا۔[41]

بیت المقدس میں **"مقدس" کو دونوں طرح ("د" کی تشدید اور بغیر تشدید کے پڑھ سکتے ہیں) یعنی "مُقَدَّس، اور "مَقدِس" دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے**۔[42]

بیروت کا سفر

ابن مندہؒ نے علم کے لئے بیروت کا بھی سفر کیا، وہاں عبد المؤمن بن أحمد أبو حازم القاضي سے سماع حدیث کیا۔ آپ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر بھی فرمایا۔[43]

تِنِّیس کا سفر

ابن مندہؒ نے علم کی تلاش میں جزیرہ تنیس کا سفر بھی کیا اور وہاں عبد الواحد بن أبي الخصيب اور علي بن محمد بن زیاد سے استفادہ کیا۔ آپ نے اپنی کتاب میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔[44]

تِنِّیس : تا اور نون کے کسرہ کے ساتھ ہے، نون پر شد ہے، یا اور سین ساکن ہے۔[45]

حِمْص کا سفر

ابن مندہؒ نے شام کے مشہور شہر حمص کا سفر بھی کیا اور آپؒ نے وہاں حسن بن منصورؒ سے علم حاصل کیا، آپؒ نے اپنی کتاب میں دو جگہ ان سے حدیث روایت کی ہے۔[46]

حِمْص: یہ حا کے کسرہ اور میم اور صاد کے سکون کے ساتھ ہے۔[47]

دمشق کا سفر

ابن مندہؒ سماع حدیث کے لئے دمشق بھی گئے وہاں آپ نے کئی شئوخ حدیث سے استفادہ فرمایا، ان میں أحمد بن سليمان بن أيوب القاضي، جعفر بن محمد بن هشام، إبراهيم بن محمد بن صالح القنطري اور أحمد بن عبد الله بن صفوان النصري شامل ہیں۔ آپؒ نے اپنی کتاب معرفة الصحابہ میں اس کی صراحت بھی کی ہے۔[48] ان کا شمار شام کے بڑے علماء اکرام میں ہوتا تھا یہ اپنے زمانے کے شیوخ الحدیث میں تھے۔

طوس کا سفر

ابن مندہؒ نے علماء طوس سے بھی ستفادہ فرمایا، وہاں آپؒ نے حسین بن الحسن بن ایوب الطوسی، محمد بن إبراهيم الطوسي اور محمد بن محمد بن یوسف أبو النضر الطوسي سے احادیث روایت کی۔

غزۃ کا سفر

ابن مندہؒ طلب علم اور سماع حدیث کے لئے فلسطین کے شہر غزہ بھی گئے۔ آپؒ نے یہاں علي بن العباس بن الأشعث الغزي سے سماع حدیث کیا۔[49]

غَزّة: غین اور زا کے فتحہ کے ساتھ ہے، زا پر شد ہے۔

کوفہ کا سفر

ابن مندہؒ نے طلب علم اور سماع حدیث کے لئے عراق کے شہر کوفہ کا بھی سفر کیا جہاں انہوں نے علی بن محمد بن عقبہ سے سماع حدیث کیا۔ آپ نے اپنی کتاب معرفة الصحابہ میں اس کا ذکر بھی کیا۔[50]

مرو کا سفر

ابن مندہؒ علم کی تلاش میں خراسان کے شہر مرو بھی گئے۔ وہاں آپؒ نے محمد بن احمد بن محبوب، قاسم بن قاسم السیاری اور حسن بن محمد الحلیمی سے حدیث کی روایت کی۔ آپ کی کتاب معرفة الصحابہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔[51]

قیساریۃ کا سفر

آپؒ نے فلسطین کے شہر قیساریہ کے جید علماء سے استفادہ کیا ہے جہاں حسن بن مروان سے سماع حدیث کا شرف حاصل کیا۔ اس کا ذکر آپؒ نے اپنی کتاب میں بھی فرمایا۔[52]

قيسارية: قاف کے فتحہ، یا کے سکون، را کے کسرہ اور یا پر شد کے ساتھ ہے۔[53]

مصر کا سفر

ابن مندہؒ نے سماع حدیث کے لئے مصر کا سفر بھی کیا اور وہاں کے جید علماء اور محدثین سے استفادہ کیا، آپ نے اپنی کتاب میں سب سے زیادہ مصر کے شیوخ حدیث کا ذکر کیا جن میں احمد بن ابراہیم بن جامع، عمر بن محمد العطار، حسن بن عباس، علی بن عباس، علی بن اسحاق البغدادی، عبد اللہ بن جعفر البغدادی، احمد بن اسماعیل العسکری، حسن بن ابی الحسن العسکری، حسین بن جعفر الزیات، یعقوب بن المبارک، احمد بن حسن بن عتبہ، محمد بن سعد الابیوردی، عبد اللہ بن احمد الھمذانی، محمد بن ایوب بن حبیب الرقی، احمد بن مہران الفارسی، احمد بن حسن بن عتبہ الرازی، علی بن احمد الحرانی، حسن بن یوسف الطرائفی، عمر بن ربیع بن سلیمان اور محمد بن محمد بن عمر الخیاش شامل ہیں۔[54]

مکۃ المکرمہ کا سفر

ابن مندہؒ تحصیل علم کے لئے مکۃ المکرمہ کا بھی سفر کیا اور یہاں کے جید علماء اور محدثین سے علم حاصل کیا، آپؒ نے اپنی کتاب میں ان شیوخ کا ذکر کیا، جن میں احمد بن محمد بن زیاد ابن العربی، مسلم بن الفضل ابو قتیبہ، جعفر بن احمد الخصاف، محمد بن عبید اللہ النسائی، علی بن ابراھیم الوراق شامل ہیں۔[55]

نیسابور کا سفر

علم کی تلاش میں ابن مندہؒ نے ایران کے مشہور شہر نیسابور کا بھی سفر کیا اور وہاں کے مشہور علماء اور محدثین سے اپنی علم کی پیاس بجھائی جن میں محمد بن عبد اللہ بن معروف الاصبھانی، عمرو بن عبد اللہ ابو عثمان البصری، احمد بن محمد بن عبدوس الطرائفی شامل ہیں۔ آپؒ نے اپنی کتاب میں ان حضرات کا ذکر بھی کیا۔[56]

ہمذان کا سفر

ابن مندہؒ نے ہمذان شہر کا بھی سفر کیا اور وہاں کے محدثین سے سماع حدیث کیا جن میں مشہور عبد الرحمن بن احمد بن المرزیان اور عبد الرحمن بن الحسن بن عبید ہیں۔ آپؒ نے ان محدثین کا ذکر اپنی کتاب میں بھی کیا۔[57]

امام ذہبیؒ کے بقول[58] ابن مندہؒ حصول علم کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، اس لیے آپ کے اس کے علاوہ بھی کئی اسفار ہوں گے۔ آپ کی علمی و محققانہ شخصیت بھی متقاضی ہے کہ آپ کے اسفار ذکر کردہ سے زیادہ ہوں تاہم آپ کی کتب میں سے صرف ذکر کردہ شہروں کا تذکرہ مل سکا ہے۔ ممکن ہے اس سے زیادہ اسفار بھی ہوں۔ واللہ اعلم

وفات

بہترین علمی و عملی زندگی گزارنے کے بعد ابن مندہؒ نے جمعہ کی رات، ذوالقعدہ 395ھ کو 85 سال کی عمر وفات پائی۔[59]

علمی مقام وخدمات

ابن مندہؒ نے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اور بچپن ہی سے اپنے والد سے علم حاصل کرنا شروع کیا۔ آپؒ کا شمار اپنے زمانے کے کبار علماء میں ہوتا تھا اور آپؒ حدیث روایت کرنے والے کثیر الروایہ محدثین میں شامل تھے۔ حصولِ علم کے لیے آپؒ نے طویل اور متعدد اسفار کیے، جن کے نتیجے میں آپؒ نے بے شمار محدثین اور علماء سے علم حاصل کیا۔ ذیل میں آپؒ کی علمی خدمات کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

اساتذہ

ابن مندہ الأصفہانیؒ طلبِ علم کے لیے طویل اسفار کرنے والے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے، بلکہ علمی اسفار کی کثرت کے سبب ان کی ایک منفرد شناخت تھی۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مندہؒ سے زیادہ علمی سفر کرنے والے کسی اور عالم کو نہیں پایا۔ وہ تیس سے زیادہ سال تک مسلسل علمی اسفار میں مصروف رہے اور ایک طویل عرصہ ماوراء النہر میں بھی قیام فرمایا۔ ان کے اساتذہ، جن سے انہوں نے علم حاصل کیا، کی تعداد سترہ سو (1700) تک پہنچتی ہے۔[60]

امام ابو بکر احمد بن فضل الباطر قانیؒ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابن مندہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے طلبِ علم کی غرض سے مشرق و مغرب کے دو مکمل سفر کیے۔[61]

ابن مندہؒ کے اساتذہ میں چار بزرگ ایسے ہیں جن کا وہ خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔ ان کے بقول، انہوں نے ان چار شیوخ سے ایک ایک ہزار اجزاء کی روایت کی ہے۔ اس بات کی تائید ان کے بیٹے عبد الرحمن بن ابی عبد اللہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جو بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے ان چار اساتذہ سے چار ہزار اجزاء لکھے۔ یہ چار مشہور شیوخ درج ذیل ہیں:

1۔ ابو سعید ابن الاعرابی، 2- **ابو العباس الاصم**، 3۔ **خیثمہ الاطرابلسی**، 4۔ **ہیثم الشاشی**

یہ چاروں علمی دنیا میں نہایت ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ سب سے پہلے، ان بزرگوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم، ابو سعید ابن الاعرابی البصری (المتوفی:340ھ)

یہ اپنے زمانے کے جلیل القدر محدث، حافظ الحدیث اور ثقہ امام تھے۔ ابن مندہؒ نے ان سے سب سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں ان سے ایک ہزار اجزاء لکھے۔ ابن مندہؒ نے اپنی تمام تصانیف، جن میں معرفۃ الصحابہ، الایمان، التوحید اور الرد علی الجہمیہ شامل ہیں،

میں ان سے روایت نقل کی ہے۔امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ خلیلی، علامہ سلمی اور مسلمہ نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ان سے اور بھی کئی جلیل القدر علماء نے روایت کی ہے، جن میں ابو الحسن دار قطنی اور ابو سلیمان الخطابی جیسے نامور محدثین شامل ہیں۔علامہ ابن الاعرابی کی وفات 340 ہجری میں ہوئی۔[62]

خیثمہ بن سلیمان بن حیدرہ، ابو الحسن القرشی الشامی الاطرابلسی (المتوفی:343ھ)

یہ جلیل القدر محدث اور ثقہ امام تھے جو حصولِ علم کے لیے طویل اسفار کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔انہوں نے کئی کبار علماء سے احادیث روایت کیں، جن میں ابو عتبہ احمد بن الفرج الحجازیؒ، محمد بن عیسی بن حیانؒ اور اسحاق بن ابراہیم الدبریؒ شامل ہیں۔اسی طرح، ان سے بھی کئی نامور علماء نے روایت نقل کی ہے، جن میں تمامؒ، ابن جمیع، ابن ابی الحدیدؒ اور ابن مندہؒ قابلِ ذکر ہیں۔ابن مندہؒ نے اپنی تمام کتب، جن میں معرفۃ الصحابہ، الایمان، التوحید اور الرد علی الجہمیہ شامل ہیں، میں ان سے روایت نقل کی ہے۔انہوں نے ان سے اطرابلس میں ایک ہزار اجزاء لکھے۔علامہ خطیبؒ نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔علامہ خیثمہؒ کی وفات 343 ہجری میں ہوئی۔[63]

محمد بن یعقوب بن یوسف بن معقل بن سنان، ابو العباس الاموی النیسابوری، الاصم (المتوفی:335ھ)

یہ اپنے زمانے کے مشہور محدث تھے۔ان کے والد انہیں اکثر اپنے ساتھ علمی اسفار پر لے جایا کرتے تھے۔انہوں نے اسید بن عاصمؒ، عباس الدوریؒ، صغانیؒ، عبد الحکیمؒ اور ربیع بن سلیمانؒ سمیت کئی جلیل القدر محدثین سے روایت بیان کی۔اسی طرح، ان سے بھی کئی کبار علماء نے حدیث روایت کی، جن میں ابو بکر الاسماعیلیؒ، ابو عبد اللہ الحاکمؒ اور ابن مندہؒ شامل ہیں۔ابن مندہؒ نے ان سے نیشاپور میں ایک ہزار اجزاء لکھے۔علامہ ابو العباس الاصمؒ کی وفات 343 ہجری میں ہوئی۔[64]

الھیثم بن کلیب بن سریج بن معقل، ابو سعید الشاشی، البنکثی، الترکی (المتوفی:335ھ)

یہ اپنے زمانے کے مشہور محدث، حافظ الحدیث اور ثقہ امام تھے۔یہ طلبِ علم کے لیے طویل اسفار کرنے والے محدثین میں شمار ہوتے تھے۔انہوں نے ابو جعفر ابن المنادیؒ، عباس بن محمد الدوریؒ اور محمد بن اسحاق الصاغانیؒ سے احادیث کا سماع کیا، جبکہ ان سے علی بن احمد الخزاعیؒ اور منصور بن نصر الکاغدیؒ سمیت کئی محدثین نے روایت کی۔یہ ابن مندہؒ کے بڑے شیوخ میں شمار ہوتے تھے۔ابن مندہؒ نے ان سے بخارا میں ایک ہزار اجزاء لکھے۔علامہ ہیثم بن کلیبؒ کی وفات 335 ہجری میں ہوئی۔[65]

ان چار شیوخ کے علاوہ ابن مندہؒ نے اور بھی سینکڑوں علمائے محدثین سے کسب فیض کیا، ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

ابراھیم بن محمد بن صالح القنطری الدمشقی (المتوفی:349ھ)[66]، احمد بن ابراھیم بن محمد بن جامع المصری، ابو العباس (المتوفی:347ھ)[67]، احمد بن اسحاق بن ایوب بن یزید، ابو بکر النیسابوری الشافعی (المتوفی:342ھ)[68]، احمد بن اسحاق بن محمد احمد البغدادی، الھروی (المتوفی:369ھ)[69]، احمد بن اسماعیل العسکری المصری (المتوفی:331-340ھ)[70]، احمد بن حسن بن اسحاق بن عتبہ الرازی المصری (المتوفی:357ھ)[71]، احمد بن سلیمان بن ایوب حذلم القاضی الدمشقی الاوزاعی (المتوفی:347ھ)[72]، احمد بن طاھر بن النجم، ابو عبد اللہ المیانجی (المتوفی:350ھ)[73]، احمد بن عبد اللہ بن الحسن بن ابی العصام، ابو ھریرہ العدوی (المتوفی:346ھ)[74]، احمد بن عبد الرحیم القیسرانی[75]، احمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد اللہ بن صفوان النصری، ابو بکر الدمشقی[76]، احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ البغدادی، ابو بکر (المتوفی:350ھ)[77]، احمد بن محمد بن ابراھیم، ابو علی الصحاف الأصفہانیؒ (المتوفی:334ھ)[78]، احمد بن محمد بن ابراھیم الوراق (المتوفی:339ھ)[79]، احمد بن محمد بن اسماعیل الفارسی، ابو الحسن الاسماعیلی النیسابوری (المتوفی:340ھ)[80]، احمد بن محمد بن سہل، ابو بکر البغدادی (المتوفی:341-350ھ)[81]، احمد بن محمد بن عاصم الأصفہانیؒ (المتوفی:339ھ)[82]، احمد بن محمد بن عبد اللہ بن عبد السلام بن مکحول، ابو علی البیروتی[83]، احمد بن محمد بن عبدوس الطرائفی، ابو الحسن النیسابوری (المتوفی:346ھ یا347)[84]، احمد بن محمد بن عمرو، ابو الطاھر الخامی، المصری (المتوفی:341ھ)[85]، احمد بن مہران الأصفہانیؒ المعدل (المتوفی:368ھ)[86] اسحاق بن ابراھیم بن ہاشم الاذرعی، ابو یعقوب الدمشقی (المتوفی:344ھ)[87]، اسحاق بن محمد بن یحیی بن مندہ العبدی (مصنف کا والد) (المتوفی:341ھ)[88]، اسماعیل بن عمرو، ابو اسحاق السمرقندی[89]، اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الصفار، ابو علی البغدادی (المتوفی:341ھ)[90]، اسماعیل بن یعقوب بن ابراھیم بن احمد، ابو القاسم ابن الجراب البغدادی (المتوفی:345ھ)[91]، بکر بن شعیب بن بکر بن محمد بن ایوب، ابو الولید القرشی الدمشقی (المتوفی:354ھ)[92]، جعفر بن محمد بن جعفر، ابو القاسم الموسائی[93]، حسان بن محمد بن احمد بن ہارون، ابو الولید النیسابوری (المتوفی:349ھ)[94]، الحسن بن مروان بن یحیی القیسرانی[95]، الحسن بن منصور بن ہاشم، ابو القاسم الحمصی[96]، الحسن بن یعقوب بن یوسف البخاری النیسابوری (المتوفی:342ھ)[97]، الحسن بن یوسف بن ملیح الطرائفی، ابو علی المصری (المتوفی:340ھ)[98]، الحسین بن اسماعیل الفارسی (المتوفی:339ھ)۔[99] الحسین بن جعفر الزیات،

ابو احمد المصری[100]،الحسین بن الحسن بن ایوب، ابو عبداللہ الطوسی(التوفی:340ھ)[101]،الحسین بن علی بن یزید، ابو علی النیسابوری(التوفی:339ھ)[102]،خالد بن محمد بن خالد بن محمد بن یحیی بن حمزہ، ابو القاسم الحضرمی الدمشقی[103]، سہل بن السری بن الخضر، سمع حاتم الحذاء البخاری[104]،عبد الرحمن بن یحیی بن مندہ(مصنفؒ کا چچا) ابو محمد الأصفہانیؒ (التوفی:320ھ)[105]،عبد اللہ بن اسحاق بن ابراھیم بن عبد العزیز الخراسانی البغوی(التوفی:349ھ)[106]،عبداللہ بن جعفر درستویہ بن المرزبان، ابع محمد االبغدادی النحوی(التوفی:347ھ)[107]، علی بن محمد بن سختویہ بن نصر، ابوالحسن النیسابوری (التوفی:بعد 330ھ)[108]، عمرو بن عبد اللہ بن درھم، ابو عثمان النیسابوری(التوفی: 334ھ)[109]، محمد بن بن محمد بن یوسف الطوسی، ابو النضر الشافعی(التوفی:344ھ)[110]

تلامذہ

کثرتِ علمی اسفار کی وجہ سے جہاں ابن مندہؒ کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، وہیں آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی قابلِ ذکر ہے۔ ایک بڑے امام، محدث اور حافظ الحدیث ہونے کے ناتے ہزاروں طلبہ نے آپ سے سماعِ حدیث کیا۔ ان میں اس دور کے نامور علماء بھی شامل ہیں، جنہوں نے آگے چل کر علمِ حدیث کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ذیل میں چند مشہور تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابراھیم بن محمد بن حمزہ بن عمارہ، ابو اسحاق الأصفہانیؒ(التوفی:3 35ھ)

یہ اصفہان کے جلیل القدر محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ اصفہان میں پیدا ہوئے اور وہیں 80 سال کی عمر میں 7رمضان 353 ہجری کو وفات پائی۔ انہوں نے متعدد کتب تصنیف کیں اور تراجم پر ایک مسند بھی تحریر کی۔ ابن مندہؒ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ میں نے ان سے زیادہ قوی حافظہ رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا، اور یہی بات ابن عقدہؒ نے بھی کہی۔ ابو نعیمؒ نے بھی ان کے غیر معمولی حافظے کی تعریف کی۔[111]

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق، ابو نعیم الأصفہانیؒ(التوفی:430ھ)

آپ 336 ہجری میں ایران کے شہر اصفہان میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابو نعیم اصفہانیؒ نے ایک علمی خاندان میں پرورش پائی اور اپنے زمانے کے جلیل القدر محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ متعدد کتب کے مصنف تھے، جن میں معرفۃ الصحابہ، حلیۃ الاولیاء اور دلائل النبوۃ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے بروز سوموار 20 محرم الحرام 430 ہجری کو وفات پائی۔[112]

أحمد بن الفضل بن محمد بن أحمد بن محمّد بن جعفر الباطر قاني الأصبهاني(التوفی:460ھ)

آپ کا نام احمد بن الفضل بن محمد بن احمد بن محمد بن جعفر الباطر قانی الأصفہانیؒ تھا اور آپ کی کنیت ابو بکر تھی۔ آپ 372 ہجری میں پیدا ہوئے اور باطر قان کی طرف منسوب تھے، جو اصفہان کا ایک معروف شہر ہے۔ امام سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نہ صرف ایک عمدہ قاری قرآن تھے بلکہ جلیل القدر محدث بھی تھے۔ چونکہ آپ خوشخط تھے، اس لیے کئی کتب اپنے ہاتھ سے نقل کیں۔ امام دقاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اصفہان میں کوئی ایسا شیخ نہیں دیکھا جس نے ابو بکر باطر قانیؒ سے بہتر قرآن، قراءات، حدیث، روایت اور کثرت سے لکھنے اور سننے کا علم حاصل کیا ہو۔ آپ کے مشائخ میں ابوالفضل محمد بن جعفر خزاعیؒ اور محمد بن عبد العزیز کسائیؒ شامل ہیں، جبکہ آپ کے شاگردوں میں ابو القاسم الہذلیؒ اور ابو علی حدادؒ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے 460 ہجری میں وفات پائی۔[113]

حمزہ بن یوسف بن ابراھیم القرشی، ابو القاسم السہمی(التوفی:427یا428ھ)

آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر محدث، حافظ الحدیث اور ثقہ امام تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ جرجان کے معروف محدث تھے اور علم حدیث کی تلاش میں اصفہان، ری، بغداد، بصرہ، شام، مصر، حرمین شریفین، واسط، کوفہ اور اہواز کا سفر کیا، جہاں کے جید محدثین سے سماع حدیث کیا۔ آپ ابو محمد بن ماسیؒ، ابو حفص الزیاتؒ، ابو محمد بن غلام الزہریؒ، ابو بکر الوراقؒ، عبد الوہاب الکلائیؒ اور ابو الحسن دار قطنیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کئی کتب کے مصنف تھے، جن میں تاریخ جرجان، سؤالات فی الجرح، تاریخ استر اباذ اور الأربعین فی فضائل العباس زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے 427 یا 428 ہجری میں وفات پائی۔[114]

ابو منصور شجاع بن علی بن شجاع الأصفہانیؒ(التوفی:466ھ)

یہ ابن مندہؒ کے ان شاگردوں میں سے تھے جنہوں نے آپ سے معرفۃ الصحابہ روایت کیا۔ آپ کا تعلق اصفہان شہر سے تھا اور باغ عیسی میں سکونت پذیر تھے۔ آپ صوفی محدث تھے اور سماع حدیث کے بہت زیادہ مشتاق تھے۔ علماء نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ آپ "کثیر السماع" تھے۔ آپ نے ابن مندہؒ،

احمد بن یوسف الخشابؒ اور ابو جعفر الابہریؒ سے احادیث روایت کیں، جبکہ ابو سعد احمد بن محمدؒ اور ابو طاہر محمد بن ابراہیمؒ سمیت دیگر محدثین نے آپ سے روایت کیا۔ آپ نے محرم 466 ہجری میں وفات پائی۔[115]

محمد بن عبد اللہ الضبی الطہمانی، ابو عبد اللہ الحاکم، النیسابوری (المتوفی:405ھ)

آپ جلیل القدر محدث تھے اور حدیث کی مشہور کتاب المستدرک آپ ہی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے، جو علمِ حدیث میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ آپ ابن مندہؒ کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ کئی شیوخ میں شریک بھی تھے۔ آپ بروز پیر 3 ربیع الاول 321 ہجری میں پیدا ہوئے اور کم عمری سے ہی علمِ حدیث کے حصول کا آغاز کیا۔ آپ نے دو ہزار سے زائد شیوخ سے استفادہ کیا اور فقہ کی تعلیم عراق کے جید فقہاء سے حاصل کی، جن میں ابو الولید حسان بن محمدؒ، ابو علی بن ابو ہریرہؒ اور ابو سہل الصعلوکیؒ شامل ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں ابو بکر البیہقیؒ، ابو یعلی الخلیلیؒ، ابو العلاء الواسطیؒ، القفال الشاشیؒ، ابو عبد اللہ العصمیؒ، دار قطنیؒ اور ابن القطان الرازیؒ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔ آپ کئی کتب کے مصنف تھے، جن میں المستدرک علی الصحیحین، معرفۃ علوم الحدیث، تاریخ نیسابور، المدخل إلی الصحیح، المدخل إلی کتاب الإکلیل اور فضائل فاطمۃ الزہراء مشہور ہیں۔ آپ نے 8 صفر 405 ہجری میں وفات پائی۔[116]

ام الفتح، عائشہ بنت الحسن بن ابراہیم الوراکانیہ (المتوفی:463ھ)

آپ واعظہ، عالمہ اور محدثہ تھیں، ایک نیک سیرت خاتون تھیں جو عورتوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتی تھیں۔ آپ ابن مندہؒ کے شاگردوں میں شامل تھیں اور آپ نے ابن مندہؒ سے اپنے خط میں احادیث لکھی تھیں۔ آپ نے محمد بن جشنسؒ اور عبد الواحد بن شاہؒ سے احادیث کا سماع کیا، جبکہ آپ سے حسین بن عبد الملک الخلالؒ، سعید بن ابی الرجاءؒ اور اسماعیل بن محمد الحافظؒ روایت نقل کرتے ہیں۔ آپ نے 463 ہجری میں وفات پائی۔[117]

ابن مندہؒ کے تلامذہ میں آپ کے چاروں بیٹے عبد الرحمن، عبد الوہاب، عبد الرحیم اور عبید اللہ بھی شامل ہیں، جن کا شمار اپنے زمانے کے کبار علماء اور محدثین میں ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے والد سے براہ راست احادیث کا سماع کیا اور ان کے علمی ورثے کو آگے بڑھایا۔ یہ سبھی علمِ حدیث اور فقہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور ان کی روایات کو معتبر محدثین نے نقل کیا ہے۔

عبد الرحمن بن محمد بن بن اسحاق بن مندہ الأصفہانیؒ، ابو القاسم (المتوفی:470ھ)

آپ ابن مندہؒ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے، جیسا کہ امام ذہبیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔[118] آپ کے بارے میں کئی مؤرخین نے لکھا اور آپ کی علمی خدمات و فضائل کی تعریف کی ہے۔ امام ابو یعلیؒ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ آپ اصفہان کے اہل سنت کے مجتہد امام، شیخ اور اسلاف کا نمونہ تھے۔ آپ سنت پر سختی سے کاربند تھے اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے، جبکہ بدعت کے شدید مخالف تھے۔ آپ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے شوال 470 ہجری میں وفات پائی۔[119]

عبید اللہ بن محمد بن بن اسحاق بن مندہ، ابو الحسن (المتوفی:462ھ)

آپ بھی ابن مندہؒ کے بیٹے تھے اور اصفہان کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ساتھ ہی آپ شہر کے بڑے تاجروں میں سے بھی تھے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ آپ "ثقہ اور امین ہیں"۔[120] آپ نے اپنے والد اور ابراہیم بن خرّشیدؒ سے روایت کی، جبکہ آپ سے ابو العلاء حمد بن نصر بن احمد الہمذانیؒ، حسین بن عبد الملک الخلالؒ اور ابو المظفر محمد بن احمد الہرویؒ حدیث روایت کرتے ہیں۔ آپ نے 10 ربیع الثانی 462 ہجری میں وفات پائی۔[121]

عبد الرحیم بن محمد بن بن اسحاق بن مندہ (المتوفی:424ھ)

یہ ابن مندہؒ کے تیسرے بیٹے تھے اور اپنے والد سے روایت کرتے تھے۔ آپ کے بھائیوں کے مقابلے میں آپ کی توجہ علم کی طرف سب سے کم تھی، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ تجارت میں مشغول تھے۔ اسی بنا پر مؤرخین نے آپ کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیے، اور جو ذکر ملتا ہے وہ بھی سرسری طور پر ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے فرمایا کہ آپ عید الفطر اور عید الاضحی کے درمیان 424 ہجری میں ایذج کے مقام پر وفات پا گئے۔[122]

عبد الوہاب بن محمد بن اسحاق بن مندہ، الأصفہانیؒ، ابو عمرو (المتوفی:475ھ)

آپ ابن مندہؒ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ صاحب المنتخب نے لکھا ہے کہ آپ علم والے اور عظیم شیخ الحدیث تھے اور ایک علمی و حدیثی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔[123] امام ذہبیؒ اور دیگر علماء نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ محدث، انتہائی متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ عمدہ اخلاق کے مالک، محسن اور غریبوں کا خیال رکھنے والے تھے۔ آپ بڑے تاجر بھی تھے اور تجارت کے سلسلے میں مختلف اسفار کرتے تھے۔ آپ نے اپنے والد

اور ابراہیم بن خرّشیدؒ سے کثرت سے روایت کی، اس کے علاوہ ابو عمر بن عبد الوہابؒ، ابو محمد حسن بن یوہؒ، جعفر بن محمد الفقیہؒ اور محمد بن ابراہیم الجرجانیؒ سے بھی احادیث روایت کیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں مؤتمن الساجیؒ، آپ کے بیٹے یحییٰ بن عبد الوہابؒ، محمد بن طاہرؒ اور اسماعیل بن محمدؒ شامل ہیں۔ آپ کے بیٹے یحییٰ کے بقول آپ کی وفات 19 جمادی الآخرہ 475 ہجری میں ہوئی۔[124]

علمی خدمات / تصنیفات

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ابن مندہؒ نے بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔ یہاں تک کہ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں[125] کہ ابن مندہؒ نے طلب علم میں دنیا بھر کا سفر کیا اور بے پناہ علم حاصل کیا۔ انہوں نے اتنی زیادہ کتابیں تصنیف کیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ انہوں نے تمام فنون میں کتابیں لکھیں، جن میں علوم القرآن، سنت، حدیث، تراجم اور تاریخ شامل ہیں۔ تاہم، سب سے زیادہ تصنیفات حدیث کے موضوع پر کیں۔ ان کی بعض کتابیں مفقود ہو چکی ہیں، جن کا ذکر مختلف مصادر میں ملتا ہے، جبکہ بعض محفوظ اور مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔ سب سے پہلے ان کی مطبوعہ تصنیفات کا ذکر کیا جائے گا، اس کے بعد دیگر تصنیفات کا بھی تذکرہ کیا جائے گا۔

1۔ معرفة الصحابة

زیر تحریر مقالہ اسی کتاب کے روایت سیرت پر مشتمل ہے۔ یہ ابن مندہؒ کی تصنیفات میں سب سے مشہور کتاب ہے، جس سے آپ کے بعد کے علماء نے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ 1426ھ میں یہ کتاب عامر حسن صبری کی تحقیق کے ساتھ جامعة الإمارات العربية المتحدة نے شائع کی۔ مکتبہ شاملہ میں بھی یہی نسخہ موجود ہے۔

2۔ أسامي مشائخ الإمام البخاري

یہ کتاب مطبوع ہے، نظر محمد الفریابی کی تحقیق کے ساتھ مکتبة الکوثر، ریاض نے 1412ھ میں شائع کیا۔ مکتبہ شاملہ میں یہی نسخہ موجود ہے۔

3۔ الإیمان

یہ حدیث کی ایک مشہور کتاب ہے، جسے جامعة الاسلامیہ، مدینہ منورہ نے علی بن محمد بن ناصر الفقیہی کی تحقیق کے ساتھ پہلی بار شائع کیا، جبکہ مؤسسة الرسالہ نے 1406ھ میں بیروت سے دوسری دفعہ شائع کیا۔ یہ نسخہ بھی مکتبہ شاملہ میں دستیاب ہے۔

4۔ التوحید ومعرفة أسماء الله عزوجل وصفاته على الاتفاق والتفرد

ابن مندہؒ کی کتاب التوحید ومعرفة أسماء الله عزوجل وصفاته على الاتفاق والتفرد حدیث کے موضوع پر ایک اہم تصنیف ہے جو کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ اس کی پہلی اشاعت جامعة الاسلامیہ مدینہ منورہ نے علی بن محمد بن ناصر الفقیہی کی تحقیق کے ساتھ 1423ھ میں کی۔ بعد ازاں مکتبہ الغرباء الأثریة مدینہ منورہ نے بھی اسے شائع کیا۔ یہ کتاب توحید اور اسماء وصفات الٰہیہ کے موضوع پر ایک مستند علمی ذخیرہ ہے جسے بعد کے محققین اور طلبہ حدیث نے خاص طور پر استفادے کے لیے اختیار کیا۔ مکتبہ شاملہ میں بھی اس کا نسخہ دستیاب ہے، جو اس کے علمی اور تحقیقی مقام کو مزید واضح کرتا ہے۔

5۔ الرد على الجهمية

ابن مندہؒ نے "الرد على الجهمية" علم حدیث میں کتاب لکھی، یہ کتاب مطبوع ہے، اس کی علی بن محمد بن ناصر الفقیہی کی تحقیق کے ساتھ کئی دفعہ اشاعت ہوئی، پھر مکتبہ الغرباء الأثریہ نے مدینہ منورہ سے شائع کیا، مکتبہ الأثریہ پاکستان نے بھی اس کو شائع کیا اور مکتبہ شاملہ میں یہی نسخہ موجود ہے۔

6۔ رسالة في فضل الأخبار وشرح مذاهب اهل الآثار وحقيقة السنن (شروط الأئمة)

ابن مندہؒ کی تصنیف رسالة في فضل الأخبار وشرح مذاهب أهل الآثار وحقيقة السنن حدیث کے علوم پر ایک اہم علمی ذخیرہ ہے۔ یہ کتاب اخبار کی فضیلت، اہل آثار کے مناہج اور سنت کی حقیقت کو واضح کرتی ہے۔ اس کی تحقیق عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی نے کی اور 1414ھ میں دار السلام، ریاض سے شائع ہوئی۔ علمی دنیا میں اسے ایک مستند حوالہ سمجھا جاتا ہے اور مکتبہ شاملہ میں اس کا نسخہ دستیاب ہے، جس سے محققین اور طلبہ حدیث بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

7۔ فتح الباب فی الکنی والألقاب

ابن مندہؒ کی تصنیف "فتح الباب فی الکنی والألقاب" تراجم اور طبقات کے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب اہل علم اور محدثین کے کنیتوں اور القاب کو مرتب انداز میں پیش کرتی ہے، جو علم الحدیث اور رجال کی تحقیق میں نہایت مفید ہے۔ اس کی تحقیق نظر محمد الفریابی نے کی اور 1417ھ میں مکتبة الکوثر،

ریاض سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب آج بھی علمی دنیا میں ایک معتبر حوالہ سمجھی جاتی ہے اور مکتبہ شاملہ میں اس کا نسخہ دستیاب ہے، جس سے محققین اور طلبہ بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

8۔ مسند إبراهيم بن أدهم الزاهد

ابن مندہؒ کی تصنیف "مسند إبراهيم بن أدهم الزاهد" علم حدیث میں ایک اہم کتاب ہے، جس میں معروف زاہد اور عابد ابراہیم بن ادہمؒ کی مرویات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب علمی و تاریخی اعتبار سے نہایت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اس میں ان کی روایات کو باقاعدہ اسناد کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہے۔ اس کی تحقیق مجدی السید ابراہیم نے کی اور اسے مکتبۃ القرآن، قاہرہ سے شائع کیا گیا۔ یہ کتاب آج بھی حدیث کے محققین اور طلبہ کے لیے ایک مفید ذریعہ ہے اور مکتبہ شاملہ میں اس کا نسخہ دستیاب ہے، جس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ کتاب امام سمعانیؒ کے ان علمی ذخائر میں شامل ہے، جو انہوں نے اپنے شیخ نوشتکین بن عبد اللہ اصبہانی سے سماع کی ہے۔[126] اس کا علمی و حدیثی مقام اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ ابن حجرؒ[127] کی مسموعات میں شامل رہی ہے۔[128]

9۔ الأمالی

یہ ابن مندہؒ کی وہ حدیث کی مجالس ہیں جو انہوں نے خود املاء کرائی تھیں۔ امام سمعانیؒ نے اپنے شیخ محمد بن عمر الاصبہانی کے حوالے سے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابن مندہؒ کی یہ علمی مجالس نہایت اہم تھیں۔ ان مجالس کی مجموعی تعداد 87 ہے،[129] جن میں مختلف موضوعات پر احادیث کا املاء کرایا گیا۔ ابن مندہؒ سے کئی اہل علم نے ان مجالس کو قلم بند کیا، جن میں عائشہ بنت حسن بن ابراہیم الورکانیہ کا بھی ذکر ملتا ہے، جیسا کہ امام ذہبیؒ نے اس حقیقت کی تصریح کرتے ہوئے امام سمعانیؒ سے نقل کیا ہے۔[130] ان میں سے بیشتر مجالس مفقود ہو چکی ہیں، جبکہ بعض آج بھی مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں، جو اہل تحقیق کے لیے قیمتی علمی ذخیرہ ہیں۔

ابن مندہؒ کی مطبوع کتب کے علاوہ بھی کئی علمی تصانیف ہیں جو وقت کے ساتھ مفقود ہو چکی ہیں، تاہم مختلف علماء نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتابیں علم حدیث، تاریخ، تراجم اور دیگر دینی علوم پر مشتمل تھیں، جنہیں علمی حلقوں میں بلند مقام حاصل تھا۔ ذیل میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ ان کے علمی ذخیرے کی وسعت کا اندازہ ہو سکے۔

1۔ احادیث عبد العزیز بن رفیع

یہ کتاب مفقود ہے، تاہم اس کا ذکر امام سمعانیؒ نے اپنی کتاب معجم الشیوخ میں کیا ہے۔[131] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصنیف اپنے وقت میں موجود تھی اور اہل علم اس سے استفادہ کرتے تھے۔ اگرچہ اب یہ کتاب دستیاب نہیں، لیکن اس کا حوالہ دینا اس کے علمی مقام و مرتبے کی نشاندہی کرتا ہے۔

2۔ احادیث عمرو بن دینار

یہ کتاب بھی مفقود ہے، تاہم اس کا ذکر امام سمعانیؒ نے اپنی کتاب معجم الشیوخ میں کیا ہے،[132] جو اس کے وجود اور علمی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اب ناپید ہے، لیکن اس کا حوالہ اس کی قدر و قیمت کو اجاگر کرتا ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ ماضی میں اہل علم اس سے استفادہ کرتے تھے۔

3۔ الأشربة

یہ کتاب بھی مفقود ہے، تاہم اس کا ذکر امام ابن مندہؒ نے خود اپنی کتاب ''الأیمان'' میں کیا ہے۔[133] اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنے وقت میں موجود تھی اور علمی حلقوں میں اس کا تذکرہ تھا، اگرچہ اب اس کا اصل نسخہ دستیاب نہیں۔

4۔ تاریخ اصبهان

یہ کتاب بھی مفقود ہے، تاہم اس کا ذکر امام حاکمؒ نے کیا ہے اور فرمایا کہ یہ ایک بہت بڑی اور ضخیم کتاب تھی۔ امام ذہبیؒ نے بھی اپنی کتاب ''سیر أعلام النبلاء'' میں اس بات کو نقل کیا ہے۔[134] اسی طرح ابن خلکانؒ[135] نے بھی اپنی کتاب ''وفیات الأعیان'' میں اس کا ذکر کیا ہے،[136] جو اس کی علمی اہمیت اور وسعت پر دلالت کرتا ہے۔

5۔ تاریخ النساء

یہ کتاب بھی مفقود ہے، مگر اس کا تذکرہ جلیل القدر محدثین نے کیا ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اپنی کتاب فتح الباری میں اس کا ذکر کیا،[137] جبکہ امام ابن ناصر الدینؒ[138] نے بھی "توضیح المشتبہ" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔[139] ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنے دور میں علمی لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل تھی اور اسے اہل علم میں قدر و منزلت حاصل تھی، اگرچہ آج اس کا اصل نسخہ دستیاب نہیں۔

6۔ التفسیر

یہ کتاب بھی مفقود ہے، تاہم اس کی موجودگی کا ثبوت خود امام ابن مندہؒ کی تحریروں میں ملتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب " الایمان" میں اس کا ذکر کیا ہے،[140] جو اس کی علمی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اگرچہ اصل نسخہ ناپید ہو چکا ہے۔

7۔ الدعاء

یہ کتاب بھی مفقود ہے، اس کا ذکر خود امام ابن مندہؒ نے اپنی کتاب "التوحید" میں کیا ہے۔[141] اگرچہ یہ کتاب اب موجود نہیں، لیکن اس کا حوالہ اس کے علمی مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔

8۔ الفتن

یہ کتاب بھی مفقود ہے، اس کا ذکر خود امام ابن مندہؒ نے اپنی کتاب "الایمان" میں کیا ہے۔[142] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک اہم علمی تصنیف تھی، جسے اہل علم نے اپنے زمانے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا ہوگا۔ اس کا حوالہ اس کی علمی وقعت اور اس کے مؤثر اثرات کی گواہی دیتا ہے۔

9۔ دلائل النبوۃ

یہ کتاب بھی ناپید ہے، اس کا ذکر امام سمعانیؒ نے اپنی کتاب "معجم الشیوخ" میں کیا ہے۔[143]

10۔ الصفات

یہ کتاب بھی مفقود ہے، اس کا ذکر امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب "سیر اعلام النبلآء" میں کیا ہے۔[144]

اس کے علاوہ کچھ "اجزاء" بھی ہیں جن کی نسبت ابن مندہؒ کی طرف کیجاتی ہے، وہ سارے اجزاء بھی مفقود ہیں۔ جیسے الجزء السادس من فوائد ابنی ابی دجانة، جزء فی اختلاف الأئمة فی القراءة ولسماع والمناولة و الاجازة، جزء فی الزب عن عکرمة، جزء من حدیث عنبسة، جزء من روی ولده وولد ولده اور جزء من مسانید فراس بن یحیی الکوفی و هارون بن سعد العجلی۔

ابن مندہؒ کے بارے میں علماء کی آراء

ابن مندہؒ کو اللہ تعالیٰ نے عظیم مرتبہ اور بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ وہ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم، محدث اور حافظ الحدیث تھے، علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے اور کبار شیوخ الحدیث سے سماع کا شرف حاصل کیا۔ اللہ نے انہیں غیر معمولی علم و مرتبت سے نوازا تھا، جس کے باعث اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف، توثیق اور توصیف کی ہے۔ ان کے اساتذہ بھی ان کے علم و کمال کے معترف تھے۔ ان کے شیخ امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن حمزہ بن عمارہ الاصبہانی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ ابن مندہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔[145] احمد بن فضل الباطرقانی نقل کرتے ہیں کہ ان کے شیخ، امام ابو احمد العسال الأصبہانی، جو اپنے زمانے کے جلیل القدر امام اور حافظ الحدیث تھے، نے نیشاپور میں موجود ابن مندہؒ کو کچھ احادیث ارسال کیں جن میں انہیں بعض اشکالات در پیش تھے، تو ابن مندہؒ نے ان احادیث کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی علتیں بیان کیں۔[146] ان کے ایک اور شیخ نے ابن مندہؒ کی علمی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بنو مندہ اپنے زمانے کے حفاظ الحدیث میں شمار ہوتے ہیں، کیا تم ابن مندہ کی طرف نظر نہیں کرتے؟[147]

اس کے علاوہ ذیل میں علماء کی چند آراء ذکر کی جاتی ہے۔

1۔ ابو نعیم الأصبہانی

جب امام ابو نعیم کے سامنے ابن مندہؒ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن مندہ علم کے پہاڑوں میں سے ایک عظیم پہاڑ ہیں۔ اس پر امام ذہبیؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ الفاظ اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ امام ابو نعیم اور ابن مندہؒ کے درمیان شدید علمی اختلاف کے باوجود امام ابو نعیم نے ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا اور ان کے مقام و مرتبے کی گواہی دی۔[148]

2۔ جعفر بن محمد المستغفری

جعفر بن محمد المستغفری نے فرمایا کہ میں نے ابن مندہؒ سے زیادہ کسی کو اچھے حافظے والے کو نہیں دیکھا۔[149]

3۔ سعد بن علی الزنجانی

طاہر المقدسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکہ میں سعد بن علی کو سنا، ان سے دار قطنی، ابن مندہ اور حاکم کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ جب ابن مندہؒ کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ وہ کمال درجے کی معرفت کے ساتھ بے شمار احادیث کے حافظ ہیں۔[150]

4۔ شیخ ھراۃ ابو اسماعیل الأنصاری

شیخ ھراۃ ابو اسماعیل الأنصاری فرماتے ہیں کہ ابن مندہؒ اپنے زمانے والوں کے سردار اور سید تھے۔[151]

5۔ أبو القاسم علي بن الحسن، ابن عساکر

ابن عساکر فرماتے ہیں کہ ابن مندہؒ حافظ الحدیث اور محدث تھے وہ احادیث کے حصول کے لئے دنیا گھومنے والے تھے، بہت زیادہ احادیث بیان کرنے والے تھے۔[152]

5۔ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

امام ذہبیؒ ابن مندہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مندہؒ سے بڑھ کر علم حدیث رکھنے والا اور نہ ہی ان سے زیادہ طلب حدیث کے لیے سفر کرنے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔ وہ حافظ، عالم اور حدیث کے ماہر تھے۔[153] اپنی کتاب میزان الاعتدال میں امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ابن مندہؒ ثقہ عالم اور صاحب تصنیف تھے۔ وہ حدیث کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے والے، وسیع علمی ذخیرے کے حامل اور فن حدیث میں کمال مہارت رکھنے والے محدث تھے۔[154]

6۔ شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن السخاوی

امام حافظ السخاویؒ فرماتے ہیں کہ ابن مندہؒ علم حدیث کے میدان کے بڑے علماء میں سے ایک ہیں جس نے حصول علم کے لئے مشرق اور مغرب کا سفر کیا اور بڑے شیوخ سے ملاقات کی اور سماع حدیث کیا۔[155]

ابن مندہؒ کی تحمید و توصیف کے بارے میں علماء کے بہت زیادہ اقوال ہیں۔ دلیل کے طور پر چند ایک کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

ابن مندہؒ اور ابو نعیمؒ کے درمیان لفظ قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے بارے میں اختلاف

ابن مندہ اور ابو نعیم کے درمیان لفظ قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے بارے میں اختلاف ایک اہم فروعی مسئلہ تھا، جو اہل حدیث اور اہل سنت کے درمیان گہرا فکری اختلاف بن گیا تھا۔ یہ اختلاف قرآن کی حقیقت اور اس کی صفات سے متعلق تھا، اور اس پر امام احمد بن حنبل اور ان کے پیروکاروں کا اثر بھی واضح تھا۔

اختلاف کی تفصیل:

ابن مندہ اور ابو نعیم کے درمیان اختلاف کا آغاز قرآن کے کلام ہونے کے بارے میں ہوا تھا۔ اس اختلاف کا بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ آیا قرآن کا لفظ مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ امام احمد بن حنبل نے اس بات کو واضح طور پر کہا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے،[156] لیکن کچھ لوگوں نے لفظ قرآن کے مخلوق ہونے کے نظریے کو اپنایا۔ ابو نعیم نے اس موقف کی تائید کی تھی کہ قرآن کا لفظی اظہار مخلوق ہوتا ہے، یعنی جو کچھ بھی قاری تلاوت کرتا ہے وہ اس کا عمل اور فعل ہوتا ہے، اور اس کی تخلیق بھی انسانوں کی جانب سے ہے۔ یہ نقطہ نظر جہمیوں (وہ جو قرآن کو مخلوق مانتے تھے) کے موقف کے قریب تھا۔

ابن مندہ کا موقف

ابن مندہ نے ابو نعیم کے نقطہ نظر سے اختلاف کیا اور قرآن کو اللہ کا کلام مانا، جو غیر مخلوق ہے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ قرآن کا لفظ اللہ کا کلام ہے اور اس کی تلاوت صرف انسان کے عمل کی عکاسی ہے، جو مخلوق نہیں ہے۔[157]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا تجزیہ

ابن تیمیہؒ نے اس اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کے لفظی طور پر مخلوق ہونے کا نظریہ درست نہیں، کیونکہ اصل میں قرآن اللہ کا کلام ہے، جو غیر مخلوق ہے۔ انہوں نے لکھا کہ یہ اختلاف دراصل الفاظ کے مطلب کو صحیح طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ بعض لوگ "قرآن" کا مطلب اس کے

پڑھنے یا لکھنے کے عمل سے لیتے تھے، اور بعض اسے اللہ کے اصل کلام کے طور پر دیکھتے تھے۔ جب اس فرق کو صحیح طرح نہ سمجھا گیا تو لوگ مختلف نظریات پیش کرنے لگے اور آپس میں اختلاف بڑھ گیا۔[158]

خلاصہ:

ابن مندہ اور ابو نعیم کے درمیان لفظ قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا اختلاف اس بات کا عکاس تھا کہ مختلف فقہاء اس بات پر متفق نہیں تھے کہ قرآن کے الفاظ اللہ کے کلام کا حصہ ہیں یا نہیں، اور کیا وہ مخلوق ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ابو نعیم کا موقف لفظ قرآن کو مخلوق سمجھنے کا تھا، جبکہ ابن مندہؒ نے اس کے غیر مخلوق ہونے کی تائید کی۔ یہ اختلاف بعد میں اہل حدیث اور اہل سنت کے درمیان مزید کشیدگی کا باعث بنا۔

ابن مندہ کے بعد کے مصنفین کا ان کی کتابوں سے استفادہ کرنا

ابن مندہؒ کے علم کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا، جس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کا علمی ورثہ محفوظ رہا اور بعد کے ادوار میں جلیل القدر علماء نے ان کے علوم سے بھرپور استفادہ کیا۔ اہل علم نے ان کے علمی رسوخ، غیر معمولی حافظے اور ثقاہت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں ان سے روایات نقل کیں۔ چند نامور علماء جنہوں نے ان کے علم سے استفادہ کیا، درج ذیل ہیں۔

شیخ امام ابو احمد العسال الأصبھانی

شیخ امام ابو احمد العسال الأصبھانی (جو کہ اپنے زمانے کے بڑے امام اور حافظ الحدیث تھے) نے ابن مندہؒ (وہ اس وقت نیسابور میں تھے) کو کچھ احادیث لکھ بھیجی جن کے بارے میں ان کو کچھ اشکال تھا تو ابن مندہؒ نے اپنے شیخ کو ان احادیث کی وضاحت کی اور ان کی علتیں بیان کی۔[159]

أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم الخطابي

امام خطابیؒ، جو ابن مندہؒ کے ہم عصر تھے، نے ان سے اپنی کتاب "غریب الحدیث" میں روایات نقل کی ہیں۔[160]

أحمد بن محمد بن الحسين الكلاباذي

امام کلابازی بھی ابن مندہ کے ہم عصر ہیں وہ بھی ان سے اپنی کتاب "رجال صحیح البخاری" میں نقل کرتے ہیں۔[161]

ابو نعیم الأصبھانی

ابو نعیم نے اپنی کتاب "معرفۃ الصحابہ" میں ابن مندہؒ سے جابجا نقل کیا ہے۔ لیکن ان دونوں حضرات کی آپس میں چپقلش ہونے کی وجہ سے وہ ابن مندہ کا نام نہیں ذکر کرتے بلکہ نام کے بجائے "متأخر" ذکر کرتے ہیں، "قال المتأخر" یا "ذكره المتأخر" یا "ذكره من يدعى حفظاً و اتقاناً" یا "أخرجه بعض الناس" لکھتے ہیں۔[162]

أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر

ابن عبد البرؒ نے بھی اپنی کتاب "الِاستیعاب" میں ابن مندہؒ سے نقل کیا ہے۔[163]

أبو الوليد سليمان بن خلف، الباجي

ابو الولید الباجیؒ نے اپنی کتاب "التعدیل والتجریح" میں کئی مقام پر ابن مندہؒ سے نقل کیا ہے۔[164]

أبو الفضل محمد بن طاهر ابن القيسراني

ابن طاہرؒ نے اپنی کتاب "إیضاح الإشکال" میں کئی مقامات پر ابن مندہؒ سے نقل کیا ہے۔[165]

أبو زكريا يحيى بن شرف النووي

امام نوویؒ نے اپنی کتاب "شرح مسلم" میں کئی مقامات پر ابن مندہؒ سے نقل کیا ہے۔[166]

أبو القاسم علي بن الحسن، ابن عساكر

ابن عساکرؒ نے اپنی کتاب "تاریخ دمشق" میں کئی مقامات پر ابن مندہؒ سے نقل کیا ہے۔[167]

يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، أبو الحجاج، المزي

امام مزیؒ نے بھی اپنی کتاب "تھزیب الکمال" میں ابن مندہؒ سے کئی مقامات پر نقل کیا ہے۔[168]

أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي[169]

امام ذہبیؒ نے اپنی کئی کتابوں میں کئی مقامات پر ابن مندہؒ سے روایات نقل کی ہیں۔ جیسے "میزان الإعتدال" میں نقل کیا ہے۔[170]

ابن القیم الجوزي[171]

علامہ ابن جوزیؒ اپنی کتاب" تھذیب سنن ابی داؤد" میں کئی مقامات پر ابن مندہؒ سے نقل کرتے ہیں۔[172]

إسماعيل بن عمر بن كثير[173]

علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر "تفسیر ابن کثیر" میں بھی کئی مقامات پر ابن مندہؒ سے نقل کرتے ہیں۔[174]

أبو محمد محمود بن أحمد، بدر الدين العيني[175]

علامہ عینیؒ نے اپنی کتاب "عمدۃ القاری" میں کئی مقامات پر ابن مندہؒ سے نقل کیا ہے۔[176]

شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي

امام حافظ السخاویؒ نے اپنی، کتاب "فتح المغیث" میں بھی ابن مندہؒ سے جابجا نقل کیا ہے۔[177]

عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي[178]

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی اپنی مختلف کتابوں میں ابن مندہؒ سے نقل کیا ہے۔ مثلاً "التدریب الراوی" میں کئی مقامات پر آپؒ نے نقل کیا ہے۔[179]

یہ وہ علماء ہیں جو 10ھ تک کے ہیں، اس کے بعد کے علماء متاخرین نے ابن مندہؒ سے اس سے بھی زیادہ نقل کیا ہے۔

ابن مندہؒ کی علمی منزلت و مرتبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے اپنے زمانے سے لے کر 10ھ تک، اور اس کے بعد آج تک اکابر اہل علم نے اپنی کتابوں میں ان سے روایات نقل کیں، ان پر اعتماد کیا اور ان کے بارے میں تعریفی کلمات کہے۔ یہ سب امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ابن مندہؒ کا علمی مقام نہایت بلند تھا اور اہل علم نے ہر دور میں ان کے علوم سے استفادہ کیا۔

معرفة الصحابه کا تعارف اور منہج

کتاب کا نام اور مصنف کی طرف نسبت

صحابہ کرامؓ کا مقام و مرتبہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دین اسلام کے لیے ان کی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں، یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے مختلف ادوار میں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر بے شمار کتب تصنیف کی ہیں، جن میں ان کے نام و نسب، مناقب اور سیرت کے مختلف پہلوؤں کو جمع کیا گیا ہے۔ ان جلیل القدر علماء میں ابن مندہؒ کا نام بھی شامل ہے، جن کی تصنیف صحابہ کرامؓ پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابن مندہؒ اور ان جیسے دیگر بلند پایہ علماء نے احوالِ صحابہ پر قیمتی اور نادر معلومات جمع کی ہیں، جن سے حدیث کے طلبہ کو بہتر رہنمائی میسر آتی ہے۔ علوم حدیث کے طالب علم کے لیے صحابہ کرامؓ کے حالات سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ اس حوالے سے امام حاکمؒ کا قول بڑی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "جس شخص نے معرفة الصحابہ میں مہارت حاصل کرلی، وہی کامل حافظ کہلائے گا"۔ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ کی ایک بڑی جماعت کو بارہا دیکھا کہ وہ کسی تابعی سے رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے مرسل روایت نقل کرتے ہیں اور اسے صحابی سمجھ رہے ہوتے ہیں، اسی طرح بعض اوقات وہ کسی صحابی سے مسند روایت نقل کرتے ہیں، جبکہ وہ اسے تابعی تصور کر رہے ہوتے ہیں۔"[180]

ابن مندہؒ کی کتاب "معرفة الصحابہ" مکمل طور پر مطبوع نہیں، بلکہ اس کا ایک بڑا حصہ، خصوصاً ابتدا اور اختتام کے کئی اہم مقامات مفقود ہیں۔ اس کتاب کا مقدمہ، عشرہ مبشرہ کے تراجم، ان صحابہ کرامؓ کے تراجم جن کا نام "محمد" تھا، اور دیگر کئی صحابہ کے حالات محفوظ نہیں رہے۔ مکتبۃ الشاملۃ میں موجود نسخے کے مطابق، جو عامر صبری کی تحقیق پر مبنی ہے، صرف 672 تراجم مطبوع ہیں، جبکہ باقی حصہ ناپید ہے۔ عامر صبری کے مطابق، یہ شائع شدہ حصہ کتاب کے نصف سے بھی کم پر مشتمل ہے، جو اس کے باقی ماندہ حصے کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتا ہے۔

کتاب کا نام

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن مندہؒ کی اس کتاب کا نام معرفة الصحابہ ہی ہے۔ آپؒ کے ہم عصر اور بعد کے مختلف جلیل القدر محدثین نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا اور اپنی تصانیف میں صراحت کے ساتھ اسی نام معرفة الصحابہ کو ذکر کیا ہے، جو اس کے مستند اور معروف عنوان ہونے کی واضح دلیل ہے۔

امام **بیہقیؒ** نے "معرفة السنن" میں[181]، **سمعانیؒ** نے "معجم الشیوخ" میں،[182] **ابن نقطہؒ** نے "التقیید" میں[183]، **ابن عساکرؒ** نے "تاریخ دمشق" میں[184]، امام

نوویؒ نے "المنہاج" میں[185]، **ذہبیؒ** نے "تذکرۃ الحفاظ" میں[186]، **ابن حجرؒ** نے "فتح الباری" میں، **عینیؒ** "عمدۃ القاری" میں[187] اور **سیوطیؒ** نے "تدریب الراوی" میں[188] یہی نام ذکر کیا ہے۔ **بعض** علماء نے اختصار کی عادت کے پیش نظر صرف " فی الصحابہ " ذکر کیا ہے لیکن ان کی مراد معرفۃ الصحابہ ہی ہے۔

کتاب کی مصنف کی طرف نسبت

کتاب معرفۃ الصحابہ کی ابن مندہؒ کی طرف نسبت پر کسی کو اختلاف نہیں۔ مختلف مصنفین اور علماء نے اپنی تحریروں میں جگہ جگہ اس کتاب کو ابن مندہؒ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اوپر "کتاب کا نام" کے تحت ذکر کیے گئے تمام علماء نے نہ صرف معرفۃ الصحابہ کا نام بیان کیا بلکہ اسے واضح طور پر ابن مندہؒ کی طرف منسوب بھی کیا ہے، جو اس نسبت کی مضبوط دلیل ہے۔

منہج واسلوب

حسن ترتیب وتبویب

ابن مندہؒ نے صحابہ کرامؓ کے ناموں کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا ہے اور ہر حرف کو ایک مستقل باب کی صورت میں مرتب کیا ہے، جیسے باب الألف، باب الباء وغیرہ۔ تاہم، ہر باب میں ناموں کی ترتیب حروفِ تہجی کے بجائے شہرت کی بنیاد پر رکھی ہے، یعنی جو نام زیادہ معروف تھا، اسے پہلے ذکر کیا۔ مثال کے طور پر، باب الألف میں سب سے پہلے أحنف، پھر اوسط، اس کے بعد آبي اللحم، ازداد اور اسود کا ذکر کیا۔ اسی اصول کو باقی تمام ابواب میں بھی اپنایا۔ ناموں کی درجہ بندی میں ابن مندہؒ نے پہلے مرد صحابہ کے نام، پھر ان کی کنیت اور اس کے بعد خواتین کے نام اور ان کی کنیت کو ترتیب وار ذکر کیا ہے، جو ان کی منظم اور علمی طرزِ تصنیف کی عکاسی کرتا ہے۔

کتاب کا منہج واسلوب

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، معرفۃ الصحابہ کا مقدمہ مفقود ہے، جس میں عام طور پر کتاب کے سببِ تالیف، صحابہ کرامؓ کے تراجم کے منہج اور دیگر اہم امور کا ذکر ہوتا ہے۔ چونکہ مصنف کی طرف سے کتاب کے منہج پر کوئی صراحت موجود نہیں، اس لیے اس کے اندازِ تصنیف کو سمجھنے کے لیے خود کتاب کے متن کا باریک بینی سے مطالعہ ضروری ہے۔

مزید برآں، مقدمے کے بعد بھی بعض اہم حصے مفقود ہیں، جن میں عشرہ مبشرہ کے تراجم اور ان صحابہ کرامؓ کے حالات شامل ہیں جن کا نام "محمد" تھا۔ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتاب کی ترتیب عمومی طور پر دیگر کتبِ تراجم کے مطابق ہی ہوگی، یعنی سب سے پہلے مقدمہ، پھر عشرہ مبشرہ کے تراجم، اس کے بعد ان صحابہ کرامؓ کا ذکر جن کا نام محمد تھا، اور پھر حروفِ تہجی کے اعتبار سے باقی صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی درج کیے گئے ہوں گے۔

تراجم صحابہ میں ابن مندہؒ کے منہج کو ہم مندرجہ ذیل نکات سے واضح کر سکتے ہیں۔

1۔ ابن مندہؒ صحابہ کرامؓ کے تذکروں میں ان ہستیوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی نبی کریم ﷺ کی صحبت و مجلس ثابت ہو، یعنی جنہوں نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کو دیکھا ہو، چاہے ان کی آپ ﷺ سے صرف ایک ہی ملاقات ہوئی ہو اور ان سے کوئی روایت بھی منقول نہ ہو۔ یہ اصول ان کے ہاں بہت زیادہ ملتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہی ابن مندہؒ کا منہج تھا۔ مثال کے طور پر، انہوں نے بشر بن عبد اللہ الأنصاریؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وہ یمامہ کے دن شہید ہوئے، ان سے کوئی روایت معروف نہیں ہے۔" اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابن مندہؒ نے صحابہ کرامؓ کے تعارف میں محض روایت کی شرط نہیں لگائی بلکہ صحبتِ نبوی کو ہی بنیادی معیار قرار دیا۔[189]

2۔ ابن مندہؒ ان تمام افراد کو صحابہ میں شامل کرتے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا، چاہے ان کی آپ ﷺ سے ملاقات یا رؤیت ثابت نہ ہو۔ ان کے نزدیک یہی امر انہیں صحابہ کے طبقے میں شامل کرنے کے لیے کافی ہے۔ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب میں اس شرط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ابن مندہؒ نے اپنی اس شرط کو مکمل طور پر لاگو نہیں کیا، کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو ان کی کتاب بہت ضخیم ہو جاتی۔[190] اس کا ایک عملی نمونہ یہ ہے کہ ابن مندہؒ نے سوید بن غفلہ کو صحابہ میں شمار کیا، حالانکہ وہ حضرمی[191] تھے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا، مگر آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکے۔[192] اسی طرح أحنف بن قیس اور رباح بن قصیر اللخمی کا شمار بھی انہوں نے صحابہ میں کیا، کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں زندگی بسر کی، اگرچہ آپ ﷺ کو دیکھنے کا موقع نہ ملا۔[193]

3۔ ابن مندہؒ ہر اس شخصیت کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں جس کا ذکر ان سے پہلے کے مصنفین نے کیا ہو، چاہے اس کی نبی کریم ﷺ سے صحبت ثابت نہ ہو۔ گویا وہ قرنِ اولیٰ کے تمام افراد کا احاطہ کرنا چاہتے تھے، جن کا کسی نہ کسی طرح نبی کریم ﷺ کے دور سے تعلق رہا ہو۔ اسی منہج کے تحت، انہوں

نے حیان بن نملہ کا ذکر کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ "اس کی نبی کریم ﷺ سے صحبت میں شک ہے۔" اسی طرح، دجلہ بن قیس کے ترجمے میں لکھا کہ "نہ اس کی صحبت ثابت ہے اور نہ ہی رؤیت۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مندہؒ صرف ان شخصیات کا ذکر کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے صحابی ہونے کے متعلق کسی بھی قسم کے شکوک وشبہات کو بھی واضح کر دیتے تھے۔

4۔ ابن مندہؒ صحابہ کرامؓ کے ان چھوٹے بچوں کے تذکرے بھی اپنی کتاب میں شامل کرتے ہیں جو اپنے والدین میں سے کسی ایک کی متابعت میں نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، اگرچہ ان کا آپ ﷺ کو دیکھنا صراحتاً معلوم نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ اپنے بچوں کو برکت حاصل کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس لے جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔ ابن حجرؒ نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہی سبب ہے جس کی بنا پر ابن مندہؒ نے ان بچوں کے تذکرے بھی شامل کیے جو براہ راست نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ کر سکے، مگر ان کے والدین کے ہمراہ ہونے کی بنا پر انہیں صحابہ کے طبقے میں شمار کیا۔[194] اسی جہ سے ابن مندہؒ نے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ کا ترجمہ ذکر کیا ہے۔

5۔ ابن مندہؒ نے ان اہل کتاب مومنین کو بھی صحابہ میں شمار کیا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو بعثت سے پہلے دیکھا اور ایمان لائے۔ اس منہج کے تحت، انہوں نے بحیرا راہب اور ورقہ بن نوفل جیسے افراد کے تراجم اپنی کتاب میں شامل کیے ہیں۔ ابن مندہؒ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی کہ "انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بعثت سے پہلے دیکھا اور ایمان بھی لائے"۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابن مندہؒ کی نظر میں صحابہ کی تعریف میں صرف وہ لوگ شامل نہیں جو نبی کریم ﷺ کے بعد ایمان لائے، بلکہ وہ اہل کتاب شخصیات بھی اس میں شامل ہو سکتی ہیں جو آپ ﷺ کی نبوت سے قبل آپ کو پہچان کر ایمان لے آئے تھے۔[195]

تراجم صحابہ میں ابن مندہؒ کا منہج

1۔ مصنفؒ نے صحابہ کرامؓ کا تعارف پیش کرتے ہوئے حروف تہجی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، پہلے الف سے شروع ہونے والے صحابہ کے نام اور پھر بقیہ حروف سے شروع ہونے والے ناموں کا ذکر کیا ہے۔

2۔ مصنفؒ نے صحابی کے نام کے دوسرے حرف کی حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا، مثلاً باب الألف میں پہلے أحنف پھر اوسط پھر آبی اللحم پھر ازداد پھر اسود سے شروع کیا، اسی طرح باقی حروف میں بھی۔

3۔ عشرہ مبشرہ کے بعد، باقی تمام اسماء پر اسم محمد کو مقدم کیا ہے، ایسا مصنفؒ نے اسم محمد کی شرف وعزت کی وجہ سے کیا ہے۔[196] (کتاب کا یہ حصہ اگرچہ مفقود ہے لیکن کتاب میں جابجا اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ جیسے خلیفہ ابو سہیل کے بارے فرمایا کہ اس کا ذکر پہلے محمد نام کے تحت گزر چکا ہے)۔[197]

3۔ ابن مندہؒ تراجم میں اکثر اختصار سے کام لیتے ہیں، مترجَم کا نام اور نسب پر اکتفا کرتے ہیں باقی معروف احوال کا ذکر نہیں کرتے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ جیسے ابن اثیرؒ[198] نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ ابن مندہ کی عادت ہے کہ وہ نسب اور دیگر احوال کو نظر انداز کرتے ہیں۔[199]

4۔ ابن مندہؒ بعض دفعہ مترجَم کا نام، نسب اور کنیت ذکر کرتے ہیں اور اگر اس میں کوئی اختلاف ہو تو اس کو بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسے اعشی بن مازن کے ترجمے میں نسب ذکر کیا کہ ابن مازن بن عمرو بن تمیم، پھر فرمایا کہ اس کا نام عبد اللہ بن اعور ہے، نام میں اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔[200]

5۔ بعض دفعہ ابن مندہؒ اس بات کہ طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ صحابی فلاں کا حلیف ہے۔ جیسے خالد بن بکیر کے بارے فرمایا کہ یہ بنو عدی بن کعب کا حلیف ہے۔[201]

6۔ صحابہ کا ترجمہ ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ان سے روایت کیا ہے یعنی مترجَم صحابی سے روایت کرنے والوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے خذام بن خالد انصاریؓ کا ترجمہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ان سے مجمع اور عبد الرحمن ابن یزید روایت کرتے ہیں۔[202]

7۔ صحابی کے ترجمہ کے بعد اکثر تاریخ وفات بھی ذکر کرتے ہیں اور کبھی وفات کی جگہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ حدیث، مغازی، سیرت اور تاریخ کے طالب علم کے لئے یہ جاننا بہت اہمیت کے حامل ہے۔ جیسے سہیل بن عمرو کے ترجمے کے ساتھ فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کے ہجرت کے اٹھارویں سال وفات پائے۔[203]

8۔ ابن مندہؒ بعض دفعہ مترجَم صحابی کی تاریخ ولادت کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے سوید بن غفلہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی ولادت عام الفیل کے سال ہوئی۔[204]

9۔ ابن مندہؒ بعض دفعہ مترجَم صحابی کی تاریخ اسلام کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے بلال بن حارث مزنی کے بارے فرمایا کہ یہ اسلام لانے کے لئے رجب 5 ھجری میں مزینہ کے وفد میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام لائے۔[205]

10۔ ابن مندہؒ بعض دفعہ مترجَم صحابی کی ولدیت معلوم نا ہو تو اس صحابی کے نام کی کنیت سے ولدیت بنا لیتے ہیں۔ جیسے اَسود بن اَبی اَلاَسود یا عمرو بن ابی عمرو[206] ابن حجرؒ نے اپنی کتاب میں بھی اس کی تصریح کی ہے یہ ابن مندہ کی عادت ہے وہ اکثر ایسا کرتے ہیں۔[207]

11۔ صحابی کے ترجمے کے ساتھ ساتھ اکثر ان اہم واقعات اور غزوات کا بھی ذکر کرتے ہیں جن میں وہ شریک ہوئے۔

کتاب کی خصوصیات

1۔ معرفۃ الصحابہ ابن مندہؒ کی تصنیف، تراجم و طبقاتِ صحابہ پر لکھی جانے والی قدیم ترین کتب میں شمار ہوتی ہے۔ اس سے قبل اس موضوع پر صرف چند ہی کتب موجود تھیں، جیسے معجم الصحابہ للبغوی، فضائل الصحابہ للنسائی، التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ، التاریخ الکبیر للبخاری، طبقات خلیفہ بن خیاط، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، معجم الصحابہ لابن قانع اور طبقات ابن سعد۔ اس کے بعد آنے والی بیشتر کتب، جو صحابہ کرامؓ کے تراجم اور ان کی طبقاتی درجہ بندی پر لکھی گئیں، معرفۃ الصحابہ ابن مندہؒ کے بعد تصنیف ہوئیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب صحابہ کرامؓ کے احوال و سیرت پر ابتدائی اور مستند مصادر میں سے ایک ہے، جس سے بعد کے مصنفین نے بھرپور استفادہ کیا۔

2۔ اس کے مصنف محدثین اور حفاظ میں سے ہیں۔

3۔ اس میں بعض ایسی روایات بھی ہیں جو دیگر کتب حدیث و تراجم میں نہیں ہیں۔

4۔ روایت نقل کرتے ہوئے کوئی ایسی تصریح کر دیتے ہیں جس سے راوی کا صحابی ہونا یا اس کی رؤیت ثابت ہونا معلوم ہوتا ہے۔

5۔ ذکر کردہ ہر صحابی کی ایک یا زائد روایات متصل سند کے ساتھ ذکر کی ہیں۔

6۔ کتب حدیث میں موجود مشہور طرق کے علاوہ جدید طرق سے حدیث کی تخریج کی ہے جیسے عموماً اصحاب المستخرجات کرتے ہیں۔

7۔ بعد کے مصنفین نے معرفۃ الصحابہ پر بھرپور اعتماد کیا اور کئی صحابہ کرامؓ کی صحابیت کے اثبات کے لیے اسے بطور دلیل پیش کیا۔ یہ کتاب اپنی جامعیت اور تحقیق کی گہرائی کے باعث اہلِ علم میں ایک مستند ماخذ سمجھی جاتی ہے۔

مختلف محدثین اور مؤرخین نے اس سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی کتب میں ابن مندہؒ کی آراء اور ان کے ذکر کردہ اسماء کو بنیاد بنایا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معرفۃ الصحابہ نہ صرف اپنی تدوین کے وقت اہم تھی بلکہ بعد کے ادوار میں بھی اسے ایک قابلِ اعتماد حوالہ سمجھا جاتا رہا۔

ابن مندہ کے بعد کے مصنفین پر اثرات

چونکہ معرفۃ الصحابہ لابن مندہ حدیث، تراجم اور تاریخ کی ایک معتبر اور قدیم کتاب ہے، اس لیے بعد کے علماء نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔ اس کے بعد تراجم و طبقات پر لکھی جانے والی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں ابن مندہؒ کا حوالہ نہ دیا گیا ہو۔

چونکہ ابن مندہؒ ابتدائی تراجم نگاروں میں شمار ہوتے ہیں، اس لیے بعد کے محدثین اور مؤرخین نے ان کے کام کو بنیاد بنایا۔ ابن عبدالبرؒ[208] نے "الاستیعاب" میں،[209] ابن الاثیرؒ نے "اسد الغابہ" میں[210] اور امام ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال في نقد الرجال" میں ابن مندہؒ سے جابجا استفادہ کیا ہے۔[211] اسی طرح ابن حجرؒ نے "تہذیب التہذیب" میں[212] کئی صحابہ کی صحابیت کے اثبات میں ابن مندہؒ پر اعتماد کیا اور "لسان المیزان" میں[213] بعض صحابہ کے نسب کی تحقیق میں ان کا حوالہ دیا ہے۔ یہ تمام حوالہ جات معرفۃ الصحابہ کی علمی وقعت اور اس پر کیے جانے والے اعتماد کو واضح کرتے ہیں۔

حوالہ جات

---

1 أحمد بن علي بن محمد بن أحمد العسقلاني، ابن حجر، أبو الفضل (المتوفى: 852ھ)، **لسان الميزان** (دار البشائر الاسلامية، 2002م)، ج6 ص555

2 شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748ھ) **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة) ج14 ص188-189، / أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ) **لسان الميزان** (دار البشائر الإسلامية، الطبعة: الأولى، 2002م) ج6 ص555

3 أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي (المتوفى: 681ھ) **وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان** (بيروت - دار صادر) ج4 ص289

4 اصبہان ایک تاریخی شہر ہے جہاں بے شمار علماء اور ائمہ فن نے جنم لیا، خاص طور پر عالی سند والے محدثین کی بڑی تعداد یہاں پیدا ہوئی۔ اس کی ایک وجہ یہاں کے باسیوں کی طویل عمریں اور حدیث کے سماع کا غیر معمولی اہتمام تھا۔ یہ شہر "با" اور "فا" دونوں تلفظ کے ساتھ معروف ہے۔ اس کی لمبائی چوہتر اور چوڑائی ساڑھے چونتیس درجے ہے۔ یہ بنجر اور گرم علاقہ تھا، جو "جیی" کے نام سے جانا جاتا تھا اور آج کل "شہرستان" کے نام سے مشہور ہے۔ بخت نصر نے بیت المقدس کے یہودیوں کو یہاں لاکر بسایا اور اسے "یہودیہ" کا نام دیا۔ بعض مؤرخین کے مطابق اس کا نام اصفہان بن فلوج بن لانتی بن یونان بن یافث بن نوحؑ کے نام پر رکھا گیا۔ دیکھئے، الحموي، شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله (التوفی، 626ھ) **معجم البلدان** (بیروت – دار صادر ،ط2، 1995م) ج1 ص207، 206۔

5 شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (التوفی : 748ھ)، **سير أعلام النبلاء** (القاهرہ - دارالحدیث 1427ھ ، 2006ء) ج 12 ص499۔ / أحمد بن علي بن محمد بن أحمد العسقلاني، ابن حجر، أبو الفضل (التوفی: 852ھ)، **لسان الميزان** (دار البشائر الاسلامیۃ، 2002م)، ج 6 ص555

6 ابن ابی یعلی کا پورا نام ابوالحسین محمد بن محمد بن حسین بن محمد ابوالحسین بن فراء ہے، ابن ابی یعلی کے نام سے مشہور ہیں، ابو یعلی حنبلی کے بیٹے ہیں، ابن الفراء بھی کہا جاتا ہے، پانچویں صدی ہجری کے مؤرخ اور حنبلی مذہب کے فقیہ ہیں۔ بغداد میں 28 یا 29 محرم الحرام سنہ 451 ہجری مطابق 1059 عیسوی کو پیدا ہوئے، 526ھ کو وفات بھی بغداد ہی میں ہوئی، کسی خادم نے مال کی لالچ میں قتل کر دیا تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، سب سے مشہور کتاب "طبقات الحنابلہ" دو جلدوں میں تاریخ پر ہے، اس کے علاوہ "مناقب امام احمد اور فقہ میں "المفتاح" اور "المفردات ہے، اصول فقہ میں بھی "المفردات" نامی ایک کتاب لکھی ہے، اسی معاویہ بن ابوسفیان کے دفاع میں اور فرق باطلہ کے رد میں بھی کتاب لکھی ہے، ابو خازم محمد بن محمد (متوفی:1132) کے بڑے بھائی ہیں۔ دیکھئے، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (التوفی:1396ھ) **الأعلام** (دار العلم للملايين، 2002) ج7 ص23۔

7 أبو الحسين ابن أبي يعلى، محمد بن محمد (التوفی:526ھ) **طبقات الحنابلۃ** (بیروت - دار المعرفۃ) ج2 ص167۔

8 آپ کا نام محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز ذہبی، لقب شمس الدین اور کنیت أبو عبد اللہ ہے۔ 673ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں 748ھ میں وفات پائی۔ آپ حافظ، مورخ، اور مایہ ناز محقق تھے۔ آپ اصلا ترکمانی تھے۔ آپ نے سو کے قریب تصانیف چھوڑی ہیں۔ دول الإسلام، المشتبہ في الأسماء والأنساب، والكنى والألقاب، سیر اعلام النبلاء، الکاشف اور میزان الاعتدال فی نقد الرجال آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ دیکھیے، أحمد بن علي بن محمد بن أحمد العسقلاني، ابن حجر، أبو الفضل (التوفی:852ھ)، **الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة** (الهند: مجلس دائرة المعارف العثمانية، 1392ھ۔1972م)، ج5 ص66

9 الذهبي (التوفی:748ھ)، سير أعلام النبلاء (القاهرہ - دارالحدیث، 1427ھ، 2006ء) ج12 ص503

10 دیکھئے، **سير أعلام النبلاء** (القاهرہ - دارالحدیث 1427ھ، 2006ء) ج12 ص499)

11 أبو الحسين ابن أبي يعلى، محمد بن محمد (التوفی:526ھ) **طبقات الحنابلۃ** (بیروت – دار المعرفۃ) ج2 ص167

12 دیکھئے، **سير أعلام النبلاء** (القاهرہ - دارالحدیث، 1427ھ، 2006ء) ج12 ص499، 502

13 آپ کا نام أحمد بن الفضل بن محمد بن أحمد بن محمدّ بن جعفر الباطر قاني الأصبهاني اور ابو بکر کنیت ہے، 372ھ میں پیدا ہوئے، باطرقان کی طرف منسوب ہیں جو کہ اصبہان کا ایک شہر ہے۔ امام سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ بہت اچھا قاری قرآن اور محدث تھے، چونکہ آپ خوشخط تھے اس لئے کئی ساری کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی، امام دقاقؒ فرماتے ہیں کہ میں ے اصفہان میں کسی شیخ کو نہیں دیکھا جس نے ابو بکر باطرقانی سے بہتر قرآن، قرآت، حدیث، روایت اور کثرت سے لکھنے اور سننے کا علم حاصل کیا ہو۔ آپ کے مشائخ میں ابو الفضل محمد بن جعفر خزاعی اور محمد بن عبد العزیز کسائی وغیرہ ہیں اور آپ کے شاگردوں میں ابو القاسم الھذلی اور ابو علی حداد وغیرہ ہیں۔ 460ھ میں وفات پائی۔ **دیکھئے،** عبد الكريم بن محمد بن منصور التميمي السمعاني المروزي، أبو سعد (التوفی: 562ھ) **الأنساب**، 1382 ھ (حیدر آباد - مجلس دائرة المعارف العثمانیۃ-1962م) ج2 ص40، الذهبي، **معرفۃ القراء الكبار** (بیروت - مؤسسۃ الرسالۃ، 1404ھ) ج1 ص424

14 الذهبي (التوفی:748ه-) **تذكرة الحفاظ** (بیروت - دار الكتب العلمیۃ) ج3 ص159

15 یہ شہر اسکندر بن فیلفوس رومی کی طرف منسوب ہے۔ اہل سیر فرماتے ہیں کہ اسکندر نے بہت سارے بادشاہوں کو قتل کیا اور پوری دنیا کے ملکوں پر فتح کے جھنڈے گھاڑتا گیا حتی کہ چین تک جا پہنچا۔ اسکندر نے تیرہ شہر ایسے بنائے جن کے نام اپنے نام پر اسکندریہ رکھا، بعد میں ان شہروں کے نام تبدیل

کر کے نئے نام رکھے اور صرف ایک مشہور شہر "اسکندریہ" رہ گیا۔ یہ شہر مصر کے شمال میں واقع ہے(اسکندریة: الف کے کسرہ، سین کے سکون، کاف کے فتحہ، نون کے سکون، دال اور را کے فتحہ کے ساتھ ہے) بعض لوگوں نے کہا کہ اسکندریہ شہر، اسکندر اول ذوالقرنین رومی نے بنایا ہے جس کا نام اشک بن سلوکس تھا جس کا ذکر قرآن میں سورۃ کہف میں بھی آیا ہے۔ بہر کیف اسکندریہ مشہور شہر ہے جو مصر کے شمال میں واقع ہے۔ دیکھئے، الحموي، **معجم البلدان** (بیروت-دار صادر) ج1ص182-185

[16] اس شہر کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ دیکھئے، یاقوت الحموي (المتوفى،626ھ) **معجم البلدان** ، ج1ص206،207

[17] اطرابلس (ہمزہ کے فتحہ، طاء کے سکون، را کے فتحہ، باء اور لام کے ضمہ کے ساتھ) بحر ابیض کے ساحل پر ایک مشہور شہر ہے، جو آج کل لبنان میں واقع ہے۔ یہ کئی نامور محدثین کا مسکن رہا، جن میں معاویہ بن یحییٰ، خیثمہ بن سلیمان اور عبد اللہ بن ابی ذر شامل ہیں۔ معرفۃ الصحابہ میں مذکور شہر سے یہی مراد ہے۔ ایک اور اطرابلس، جو رقہ کے آخر اور افریقہ کے آغاز میں واقع ہے، وہاں بھی کئی جلیل القدر محدثین جیسے ابن زکرون، حبیب بن محمد اور ابراہیم بن محمد الغافقی گزرے ہیں۔ دیکھئے، یاقوت الحموي، (المتوفى،626ھ) **معجم البلدان** ، ج1ص216،217

[18] تاریخ اسلام میں بخارا پہلی بار 850ء میں دولت سامانیہ کا دارالحکومت بنا۔ یہ ماوراء النہر کے قدیم اور بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے، جو سامانی دور میں اسلامی دنیا میں علم و ادب کا مرکز تھا۔ امام بخاریؒ اسی شہر میں پیدا ہوئے۔ شہاب الدین الحموی کے مطابق اس کی وجہ تسمیہ معلوم نہ ہو سکی۔ یہ قدیم شہر باغات اور پھلوں سے بھرپور ہے۔ یہاں کئی نامور علماء پیدا ہوئے، جن میں امام بخاریؒ، عبد الرحیم بن نصر البخاری، ابن سینا، حسین بن اسماعیل فارسی، محمد بن ازہر جوزجانی اور علاء الدین البخاری شامل ہیں۔ بخارا اور سمرقند ازبکستان میں تاجک اقلیت کے اہم مراکز ہیں، جبکہ بخارا صوبے کی آبادی تقریباً 15 لاکھ ہے۔- دیکھئے، یاقوت الحموي، **معجم البلدان** ، ج1ص353-355۔

[19] بغداد عراق کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ہے، جو 145ھ میں ابو جعفر منصور نے تعمیر کرایا۔ اہل کوفہ کے اثرات سے بچنے کے لیے انہوں نے نیا شہر بسانے کا فیصلہ کیا اور موزوں آب و ہوا کی بنا پر اسے مدینۃ الاسلام کا نام دیا، جو بعد میں بغداد کہلایا۔ یہ عباسی خلافت کا مرکز رہا اور بعد میں منگول حملے میں تباہ ہوا۔ دجلہ کے کنارے آباد اس شہر کی تاریخ آٹھویں صدی عیسوی سے منسلک ہے، جبکہ اس کی آبادی اس سے بھی پہلے کی ہے۔ یہاں شیخ عبد القادر جیلانیؒ، امام موسیٰ کاظمؒ اور امام محمد تقیؒ کے مزارات موجود ہیں۔ بغداد کی موجودہ آبادی تقریباً 79 لاکھ ہے، جو اسے عراق کا سب سے بڑا اور عرب دنیا میں قاہرہ کے بعد دوسرا بڑا شہر بناتی ہے۔ دیکھئے، یاقوت الحموي، **معجم البلدان** ، ج1ص458،457،456، / أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463ھ) **تاریخ بغداد** (بيروت-دار الغرب الإسلامي، 1422ھ-2002م) ج1ص375،358،346

[20] دنیا کی پہلی مسجد، مسجد حرام ہے، اس کے بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر ہوئی، بخاری کی روایت کے مطابق دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا وقفہ ہے۔ بیت المقدس کی بنیاد سام بن نوحؑ نے رکھی، بعد میں داؤدؑ اور سلیمانؑ نے اس کی تعمیر نو کی اور قبۃ الصخرہ بنایا۔ امام خطابیؒ کے مطابق اس کی بنیاد حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے کسی نے رکھی تھی۔ رومیوں نے قبضے کے بعد اسے "ایلیا" کا نام دیا۔ یہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، ہجرت کے بعد 16 یا 17 ماہ تک نبی کریم ﷺ اسی رخ پر نماز ادا کرتے رہے، پھر تحویل قبلہ کا حکم آیا اور قبلہ خانہ کعبہ ہو گیا۔ بعض روایات کے مطابق یہ تبدیلی رجب دو ہجری میں ہوئی۔ مسجد اقصیٰ، مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد مسلمانوں کا تیسرا مقدس مقام ہے۔ مشرقی یروشلم میں واقع اس مسجد پر 1967ء سے اسرائیل کا ناجائز قبضہ ہے، اللہ تعالیٰ اسے یہودی تسلط سے آزاد فرمائے۔ مسجد میں ہزاروں نمازیوں کی گنجائش ہے۔ سفر معراج میں نبی کریم ﷺ مسجد حرام سے یہاں پہنچے اور تمام انبیاء کی امامت کے بعد براق کے ذریعے آسمانوں کی جانب روانہ ہوئے۔ دیکھئے، أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفى: 276ھ-) **المعارف** (القاهرة-الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1992م) ج1ص561، / جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597ھ) **تاریخ بیت المقدس** (مكتبة الثقافة الدينية) ج1ص36،35،37۔

[21] بیروت لبنان کا دارالحکومت ہے، یہ قدیم شہروں میں سے ایک ہے۔ یہ بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہے، عرب ثقافت کے سب سے اہم مراکز میں سے ایک ہے، لبنان میں مختلف سیاسی، اقتصادی اور سماجی ادارے کام کر رہے ہیں۔ یہاں بڑی تعداد میں صنعتیں بھی ہیں جن میں سب سے اہم کتابوں کی صنعت ہے۔ امام اوزاعی کا مزار بھی بیروت میں ہے، اس پر رومیوں کا قبضہ تھا، سن 13ھ میں عمر بن خطابؓ دور خلافت میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا۔ 1943ء فرانس کے قبضے سے بیروت کو آزادی ملی۔ (ماخوذ من الموسوعة الموجزة في التاريخ الإسلامي، ج11ص367)

[22] تنیس دریائے مصر میں ایک جزیرہ ہے، یہ فرما اور دمیاط شہر کے قریب ہے، یہ کافی بڑا شہر ہے جس کے اکثر باشندے عسائی ہیں اور کافی مالدار ہے۔ شہر کے چاروں اطراف میں سمندر رہے اس لئے کشتیوں کے بغیر یہاں پہنچنا ناممکن ہے۔ دریا کے ساتھ پتھروں کی بڑی بڑی دیوار بنائی گئی ہے جس سے سمندر کی موجیں ٹکراتی ہے۔ مچھلی بکثرت ہے حتی کہ بعیر شکار کے سمندر کے کناروں پر پائی جاتی ہے، بحر روم کے آنے کی وجہ سے علاقے میں سال کا اکثر حصہ پانی کھارا رہتا ہے۔ دیکھئے، إسحاق بن الحسين المنجم (المتوفى: ق 4ھ) **آكام المرجان في ذكر المدائن المشهورة في كل مكان** (بیروت -عالم الکتب، 1408ھ) ج1 ص88، ياقوت الحموي، **معجم البلدان**، ج2 ص52، 51

[23] حِمص شام کا ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے، یہ دمشق سے 300 کلومیٹر شمال کی جانب دریائے عاصی کے مشرقی کنارے واقع ہے، یہ دمشق اور حلب کے درمیان ہے، حمص کو حمص بن مہر بن جان نے آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے منسوب ہے۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس شہر کو یونانیوں نے بنایا ہے، یہ شہر حضرت عمر فاروق کی خلافت میں سن 14ھ میں خالد بن ولیدؓ اور عبیدہ بن جراحؓ کے ہاتھوں سے فتح ہوا۔ یہاں خالد بن ولید ان کی زوجہ ان کے بیٹے عبد الرحمن، عیاض بن غنم، عبید اللہ بن عمر، سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ، ابو الدرداءؓ اور ابو ذر غفاریؓ کی قبریں ہیں۔ بہت بڑا تجارتی مرکز ہے۔ یہاں ریشمی اور سوتی کپڑے کے کارخانے ہیں۔ دیکھئے، عبد المؤمن بن عبد الحق، ابن شمائل القطيعي البغدادي، الحنبلي، صفيّ الدين (المتوفى: 739ھ) **مراصد الاطلاع على أسماء الأمكنة والبقاع**، (بيروت، دار الجيل، 1412ھ) ج1 ص425، ياقوت الحموي، معجم البلدان، ج2 ص303، 302

[24] دِمَشْق شام کا دار الحکومت ہے اور یہ دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے جو مسلسل آباد ہے۔ اس کے چاروں طرف باغات اور مرغزار ہیں۔ جن کے گرد پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ طوفان نوح کے بعد دوسرا شہر دمشق آباد ہوا جسے حضرت ابراہیمؑ کے غلام نے بنایا تھا جس کا نام دمشق تھا انہوں نے اپنے نام پر اس شہر کا نام رکھا۔ امام سمعانیؒ فرماتے ہیں کی یہ شام کے شہروں میں سب سے خوبصورت ہے اور آبادی کے لحاظ سے بھی سب سے بڑا ہے۔ سن 14ھ میں عمر بن خطابؓ کے دور خلافت میں یہ شہر فتح ہوا۔ دیکھئے، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: 571ھ-) **تاریخ دمشق** (دار الفکر، 1415ھ) ج1 ص13، 12۔

[25] غَزَّة، غزہ پٹی کے شمال میں واقع ایک فلسطینی شہر ہے۔ غزہ شہر بحیرہ روم کے مشرقی ساحل کے جنوبی کنارے پر اور بیت المقدس سے 78 کلومیٹر کی مسافت پر جنوب مغربی طرف آباد ہے۔ شہر کا کل رقبہ محض 56 مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔ 13 ھجری (634 عیسوی) میں یہ خطہ فلسطین کا وہ پہلا شہر بنا جسے خلافت راشدہ میں فتح کیا گیا اور اس کے بعد جلد ہی اس شہر نے اسلامی قانون کے ایک مرکز کی حیثیت سے ترقی کی۔ یہ شہر سلطنت عثمانیہ کا حصہ بھی رہا ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے دور حکومت کے نصف اول میں رضوان خاندان غزہ پر حاکم تھا۔ اس وقت یہ شہر تجارت کا مرکز تھا اور یہاں امن وخوش حالی عام تھی۔ یہ شہر امام ادریس شافعیؒ کی جائے پیدائش بھی ہے۔ (ماخوذ من **الموسوعة الموجزة في التاريخ الإسلامي**، ج11 ص140)

[26] عراق کے صوبہ نجف میں دریائے فرات کے کنارے شہر کوفہ آباد ہے۔ نجف شہر سے 10 کلومیٹر اور بغداد سے 170 کلومیٹر دور واقع ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ دس ہزار کے قریب ہے، اہل تشیع کے نزدیک کوفہ عراق کے مقدس شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس شہر کو خلیفہ دوم عمر بن خطابؓ کی آمد پر بسایا تھا۔

[27] مرو قدیم خراسان کی ریاستوں میں سے ایک بڑی ریاست کا نام ہے۔ امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی کتاب تاریخ نیسابور میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور اس شہر کے کافی فضائل بیان کیا ہے، مرو اور نیسابور کے درمیان ستر فرسخ کا فاصلہ ہے۔ یہ عالم اسلام کا ایک متمدن شیر تھا جس میں بہت سے علماء، فضلاء اور محققین پیدا ہوئے۔ یہ اب ترکمانستان کا شہر ہے۔ دیکھئے، ياقوت الحموي، **معجم البلدان**، ج5 ص112

[28] قساریہ بحر شام کے ساحل پر فلسطین کا ایک شہر ہے، حضرت معاویہؓ نے چھ سال گیارہ ماہ اس شہر کا محاصرہ کیا اور فتح کیا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں یہاں کے گورنر عمرو بن العاصؓ تھے، فتح قیساریہ کے وقت رومی حاکم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے قتل کا خفیہ منصوبہ بنایا جو عمرو بن العاصؓ نے اپنی ذہانت سے ناکام بنایا۔ دیکھئے، ياقوت الحموي، **معجم البلدان** ، ج4 ص421، / أبو عبيد عبد الله بن عبد العزيز بن محمد البكري الأندلسي (المتوفى: 487ھ)، **معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع** (بیروت، عالم الکتب، 1403 ھ) ج3 ص1106

[29] نیسابور ایک عظیم شہر ہے جو اب نیشاپور کے نام سے مشہور ہے، اس شہر کو سابور بن اردشیر نے بنایا تھا اس وجہ سے یہ اس کے نام کی طرف منسوب ہے، یہ ایران کا ایک قدیم شہر ہے جو صوبہ خراسان کا صدر مقام ہے۔ یہ بہت سارے علماء، فضلاء اور محققین کا مسکن رہا ہے۔ امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی کتاب تاریخ نیسابور میں ان تمام علماء کا ذکر کیا ہے جن کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ (دیکھئے، أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله (المتوفى: 405ھ) **تلخیص تاریخ**

نیسابور(کتابخانۃ ابن سینا- طهران) ج1ص15) اس شہر کو مسلمانوں نے عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں عبداللہ بن عامر بن کریزؓ کی قیادت میں فتح کیا تھا، بعض نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں احنف بن قیسؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ واللہ اعلم، دیکھئے، یاقوت الحموي، **معجم البلدان** ، ج5ص331،/ إسحاق بن الحسين المنجم(المتوفى:ق4ھ)، **آكام المرجان في ذكر المدائن المشهورة في كل مكان**(بيروت، عالم الكتب، ط1، 1408ھ)ج1ص72

[30] دیکھئے، الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج17ص30

[31] مثلاًحدثنا عبد الرحمن بن عمرو البلوي بالإسكندرية (معرفۃ الصحابہ، ج1ص290)

[32] مثلاًاخبرنا محمد بن عبد الرحمن التميمي باصبهان (معرفۃ الصحابہ،ج1ص 708)

[33] محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي(المتوفى:354ھ) **الثقات**(حيدر آباد الدكن الهند- دائرة المعارف العثمانية1393ھ)ج7ص413

[34] مثلاًأخبرنا أبو المعمر الحسين بن فهد بأطرابلس (معرفۃ الصحابہ،ج1ص228،أخبرنا خيثمة بن سليمان بأطرابلس (معرفۃ الصحابہ، ج1ص257،أخبرنا عبدالله بن ابى ذر بأطرابلس (معرفۃ الصحابہ،ج1ص449)

[35] ابن عساكر، **تاريخ دمشق**(دار الفكر،1415ھ)ج28ص44

[36] السمعاني، **الأنساب**(دار الجنان) ج1ص183

[37] دیکھئے، یاقوت الحموي، **معجم البلدان**، ج1ص216

[38] مثلاًأخبرنا الحسين بن إسماعيل الفارسي ببخاري(**معرفۃ الصحابہ ج1ص370**)،أخبرنا محمد بن محمد بن الأزهر الجوزجاني ببخاری(معرفۃ الصحابہ ج1ص324)

[39] مثلاًأخبرنا محمد بن عمرو الرزي ببغداد(معرفۃ الصحابہ ج1ص725)، مثلاًأخبرنا إسماعيل بن محمد الصفار ببغداد (معرفۃ الصحابہ ج1ص749)،مثلاً أخبرنا عبد الله بن جعفر الفارسي ببغداد (معرفۃ الصحابہ ج1ص864)

[40] امام علامہ ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن دستویہ بن مرزبان الفارسی مشہور شیخ النحو ہے۔ فارس سے ہجرت کر کے بغداد میں آباد ہوئے تھے۔ انہوں نے بغداد میں عباس بن محمد، یحیی بن ابی طالب، ابو محمد بن قتیبہ، عبدالرحمن بن محمد کریزان اور محمد بن حسین سے سماع حدیث کیا اور ان سے دار قطنی اور ابن مندہ وغیرہ نے حدیث روایت کی۔ بڑے ثقہ علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ 258ھ میں پیدا ہوئے اور 347ھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے کئی ساری کتابیں تصنیف فرمائی جن میں(الإرشَاد) نحو میں، کتاب (الجَرْمِيّ) کی شرح،(الهجَاء)،(شرح الفَصِيْح)،(غَرِيْبُ الحَدِيْث)،(أَدب الكَاتِب)،(المذكَّر وَالمُؤنَّث)،(الْمَقْصُور وَالْمَمْدُوْد) ، (المعَانِي فِي القرَاءات) زیادہ مشہور ہیں۔ دیکھئے۔الذہبی، **سیر اعلام النبلاء**(مؤسسة الرسالة، 1405ھ-1985ء)ج15ص531

[41] مثلاًأخبرنا أبو مسعود محمد بن إبراهيم بن عيسى ببيت المقدس(معرفۃ الصحابہ ج1ص749)

[42] جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي(المتوفى:597ھ) **تاريخ بيت المقدس**(مكتبة الثقافة الدينية)ج1ص35،

[43] مثلاًأخبرنا عبد المؤمن بن أحمد أبو حازم القاضي ببيروت(معرفۃ الصحابہ ج1ص431)

[44] مثلاً أخبرنا عبد الواحد بن أبي الخصيب بتنيس،(معرفۃ الصحابہ ج1ص552)، مثلاً أخبرنا علي بن محمد بن زياد بتنيس،(معرفۃ الصحابہ ج1ص594)

[45] یاقوت الحموي، **معجم البلدان**، ج2ص51۔

[46] مثلاًأخبرنا الحسن بن منصور الإمام بحمص،(معرفۃ الصحابہ ج1ص417و623)

[47] یاقوت الحموي، **معجم البلدان** ،ج2ص302۔

48 مثلاً أخبرنا أحمد بن سليمان بن أيوب القاضي بدمشق،(معرفۃالصحابہ ج1ص420)،مثلاً أخبرنا جعفر بن محمد بن هشام بدمشق،(معرفۃالصحابہ ج1ص279)،مثلاً أخبرنا إبراهيم بن محمد بن صالح القنطري بدمشق،(معرفۃالصحابہ ج1ص300)،مثلاً أخبرنا أحمد بن عبد الله بن صفوان النصري بدمشق،،(معرفۃالصحابہ ج1ص304)

49 مثلاًأخبرنا علي بن العباس بن الأشعث الغزي بها (معرفۃالصحابہ ج1ص562)

50 مثلاًاخبرنا على بن محمد بن عقبة بالكوفة (معرفۃالصحابہ ج1ص705)

51 مثلاًأخبرنا محمد بن احمد بن محبوب بمرو(معرفۃالصحابہ ج1ص422)، أخبرنا القاسم بن القاسم السیاری بمرو(معرفۃالصحابہ 558)، أخبرنا الحسن بن محمد الحلیمی بمرو(معرفۃالصحابہ ج1ص582)

52 مثلاًأخبرنا الحسن بن مروان بقیسارية (معرفۃالصحابہ ج1ص511)

53 دیکھئے،یاقوت الحموي، **معجم البلدان** ،ج4ص421

54 مثلاً **اخبرنا احمد بن ابراہیم بن جامع بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص188)،**اخبرنا عمر بن محمد العطار بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص200)، **اخبرنا محمد بن محمد بن عمر الخیاش بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص231)، **اخبرنا حسن بن عباس بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص292)، **اخبرنا علی بن عباس بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص292)، **اخبرنا علی بن اسحاق البغدادی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص295)، **اخبرنا عبداللہ بن جعفر البغدادی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص321)،**اخبرنا احمد بن اسماعیل العسکری بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص353)، **اخبرنا حسن بن ابی الحسن العسکری بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص380)،**اخبرنا حسین بن جعفر الزیات بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص448)،**اخبرنا یعقوب بن المبارک بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص500)،**اخبرنا احمد بن حسن بن عتبہ بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص504)، **اخبرنا محمد بن سعد الابیوردی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص518)،**اخبرنا عبداللہ بن احمد الھمذانی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص533)، **اخبرنا محمد بن ایوب بن حبیب الرقی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص569)،**اخبرنا احمد بن مہران الفارسی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص632)، **اخبرنا احمد بن حسن بن عتبہ الرازی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص647)، **اخبرنا علی بن احمد الحرانی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص730)، **اخبرنا حسن بن یوسف الطرائفی بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص762)،، **اخبرنا عمر بن ربیع بن سلیمان بمصر** (معرفۃ الصحابہ ج1ص927)

55 مثلاً **أخبرنا أحمد بن محمد بن زياد بمكة** (معرفۃ الصحابہ ج1ص190)، مثلاً **أخبرنا مسلم بن الفضل أبو قتيبة بمكة** (معرفۃ الصحابہ ج1ص238)، مثلاً **أخبرنا جعفر بن أحمد الخصاف بمكة** (معرفۃ الصحابہ ج1ص332)،، مثلاً **أخبرنا محمد بن عبيد الله النسائي بمكة** (معرفۃ الصحابہ ج1ص432)، مثلاً **أخبرنا علي بن إبراهيم الوراق بمكة** (معرفۃ الصحابہ ج1ص815)

56 مثلاً **أخبرنا محمد بن عبد الله بن معروف الأصبهاني بنيسابور** (معرفۃ الصحابہ ج1ص402)، مثلاً **أخبرنا عمرو بن عبد الله أبو عثمان البصري بنيسابور** (معرفۃ الصحابہ ج1ص513)، مثلاً **أخبرنا أحمد بن محمد بن عبدوس الطرايفي بنيسابور** (معرفۃ الصحابہ ج1ص653)

57 مثلاً **أخبرنا عبد الرحمن بن أحمد بن المرزيان بهمذان** (معرفۃ الصحابہ ج1ص575)، مثلاً **أخبرنا عبد الرحمن بن الحسن بن عبيد الهمذاني بهمذان** (معرفۃ الصحابہ ج1ص317)،

58 دیکھئے،الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (القاهرة-دارالحديث،1427ھ،2006ء)ج12ص499،502

59 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (القاهره-دارالحديث)ج12ص 49 ، / ابن حجر، **لسان الميزان** (دار البشائر الاسلامية)،ج6ص555 ، / أبو الحسين ابن أبي يعلى، محمد بن محمد (المتوفى:526ھ) **طبقات الحنابلة** (بيروت-دار المعرفة)ج2ص167۔

60 دیکھئے،الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (القاهره-دارالحديث)ج12ص499،502۔

61 الذهبي، **تذكرة الحفاظ** (دار الكتب العلمية بيروت-لبنان)ج3ص159۔

62 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص407، / الذهبي، **تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام**،25ص184، / ابن حجر،لسان الميزان (دار البشائر الإسلامية)ج1ص670

63 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة)ج15ص412، / الصيداوي، **معجم الشيوخ** ،ص269

64 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص452، / ابن عساکر، **تاریخ دمشق**،ج56ص287

65 أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عبد الهادي الدمشقي الصالحي (المتوفى: 744 ھ) **طبقات علماء الحديث** (لبنان- بيروت -مؤسسة الرسالة،) ج3ص40، / الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص359

66 الذہبي (المتوفى:748ھ) **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة)ج14ص388

67 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص529

68 ایضاًج15ص483

69 الذہبي، **تاریخ الإسلام** (دار الغرب الإسلامي)ج8ص298

70 ایضاً،ج7ص744

71 ایضاً،ج8ص110، **سير أعلام النبلاء**،ج12ص196

72 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص514

73 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج16ص171

74 الصيداوي، **معجم الشيوخ**،ص196

75 ابن عساکر، **تاریخ دمشق**،ج48ص240

76 أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن مَنْدَه العبدي (المتوفى:395ھ) **فتح الباب في الكنى والألقاب** (الرياض-مكتبة الكوثر-السعودية)ج1ص127

77 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص544

78 الذہبي، **تاریخ الإسلام** ،ج25ص100

79 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج16ص36

80 الذہبي، **تاریخ الإسلام** ،ج25ص187

81 ایضاً،ج7ص903

82 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص403

83 الصيداوي، **معجم الشيوخ** ،ص170

84 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص519، / السمعاني، **الأنساب**،ج9ص60، 61

85 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص430

86 الذہبي، **تاریخ الإسلام** ،26ص392

87 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص478

88 أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى:430ھ) **تاريخ أصبهان** (بيروت-دار الكتب العلمية) ج1ص266

89 ابن مَنْدَه، **فتح الباب في الكنى والألقاب** ،ج1ص52

90 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص440

91 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص497

92 ابن عساکر، **تاریخ دمشق**،ج10ص381

93 ابن مَنْدَه، **فتح الباب في الكنى والألقاب** ،ج1ص34

94 الذہبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج15ص492، / الذہبي، **تذكرة الحفاظ** (لبنان، بيروت-دار الكتب العلمية)ج3ص74

95 ان سے ابن مندہؒ نے اپنی کتاب "الایمان" میں روایت کیا ہے۔ الایمان، ج1ص537

96 ابن عساکر، **تاریخ دمشق**، ج13ص396

97 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج15ص433

98 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج15ص418

99 الذهبي، **تاریخ الإسلام**، 25ص173

100 ان سے ابن مندہؒ نے اپنی کتاب "الایمان" میں روایت کیا ہے۔ الایمان، ج2ص697

101 تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (المتوفى: 771ه-) **طبقات الشافعية الكبرى** (هجر للطباعة والنشر والتوزيع) ج3ص271، / الذهبي، **تاریخ الإسلام**، 25ص358

102 تاج الدین والسبكي، **طبقات الشافعية الكبرى**، ج3ص276

103 ابن عساکر، **تاریخ دمشق**، ج16ص185

104 يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، أبو الحجاج، جمال الدين ابن الزكي أبي محمد القضاعي الكلبي المزي (المتوفى: 1742) **تهذيب الكمال في أسماء الرجال** (بيروت - مؤسسة الرسالة) ج6ص175

105 أبو نعيم الأصبهاني، **تاريخ أصبهان**، ج2ص79

106 عبد الحي بن أحمد بن محمد ابن العماد العكري الحنبلي، أبو الفلاح (المتوفى: 1089ھ) **شذرات الذهب في أخبار من ذهب** (بيروت، دمشق - دار ابن كثير) ج4ص257

107 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج15ص531

108 الذهبي، **تاریخ الإسلام**، 24ص308

109 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج15ص364

110 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج15ص490

111 عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، **طبقات الحفاظ** (بيروت - دار الكتب العلمية) ج1ص371، / الذهبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ج3ذص83

112 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج17ص453

113 **دیکھئے،** السمعاني، **الأنساب**، ج2ص40، / الذهبي، **معرفة القراء الكبار** (بيروت - مؤسسة الرسالة) ج1ص424

114 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج17ص469، / الذهبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ج3ص103

115 السمعاني، أبو سعد، **الأنساب**، ج12ص296

116 ابن الصلاح (المتوفى: 643ھ) **طبقات الفقهاء الشافعية** (بيروت - دار البشائر الإسلامية) ج1ص198، الذهبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ج3ص162

117 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج18ص302

118 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج18ص350

119 أبو الحسين ابن أبي يعلى، محمد بن محمد (المتوفى: 526ھ) **طبقات الحنابلة** (دار المعرفة - بيروت) ج2ص242، / تَقِيُّ الدِّينِ، أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الأَزْهَرِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ العِرَاقِيُّ، الصَّرِيفِينِيُّ، الحَنْبَلِيُّ (المتوفى: 641ھ) **المنتخب من كتاب السياق لتاريخ نيسابور** (دار الفكر للطباعة والنشر التوزيع) ج1ص339

120 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج18ص355

121 **ایضاً** (محولہ بالا)

122 الذهبي، **تاریخ الإسلام** (بيروت - دار الكتاب العربي) ج29ص132

123 ابو اسحاق، الصريفيني، (المتوفى: 641ھ) **المنتخب من كتاب السياق لتاريخ نيسابور**، ج1ص388

124 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج18ص441، 440

125 شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (المتوفى: 748ھ) **عبر في خبر من غبر** (مطبعة حكومة الكويت-1984) ج3 ص61

126 السمعاني، **المنتخب من معجم شيوخ** (الرياض-دار عالم الكتب) ص1797

127 آپ کا نام احمد بن علی بن محمد، لقب شہاب الدین جبکہ کنیت ابن حجر اور ابو الفضل ہے۔ مایہ ناز عالم اور مؤرخ تھے۔ اصلاً عسقلان (فلسطین) کے تھے۔ 773ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں 852ھ میں وفات پائی۔ شروع میں ادب اور شعر میں مہارت حاصل کی بعد میں حدیث کی طرف رخ کیا اور طلب حدیث کے لئے یمن اور حجاز وغیرہ کی خاک چھانی تاکہ شیوخ سے حدیث سن سکیں۔ علم میں اس قدر ترقی کی کہ حافظ الاسلام کہلائے۔ آپ کی تصنیفات آپ کی زندگی میں ہی اطراف عالم میں پھیل چکی تھیں۔ کئی بار مصر کے قاضی بنے اور معزول کیے گئے۔ دیکھئے، ابن العماد الحنبلي، **شذرات الذهب في أخبار من ذهب**، ج1 ص74۔

128 شهاب الدين أحمد بن علي بن محمد بن محمد بن علي بن أحمد، ابن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ) **المجمع المؤسس للمعجم المفهرس** (بيروت-دار المعرفة) ج2 ص66

129 السمعاني، **المنتخب من معجم شيوخ السمعاني** (الرياض-دار عالم الكتب) ص1519

130 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج18 ص302

131 السمعاني، **المنتخب من معجم شيوخ السمعاني**، ص755

132 السمعاني، **المنتخب من معجم شيوخ السمعاني**، ص502

133 ابن مَنْدَہ (المتوفى: 395ھ-) **الإيمان لابن منده** (بيروت-مؤسسة الرسالة) ج1 ص161

134 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج17 ص36، 33

135 آپ کا نام احمد بن محمد بن ابراہیم، ابو بکر ابن خلکان برمکی اربلی ہے۔ آپ تاریخ اور ادب میں بہت ماہر تھے۔ دجلہ کے مشرقی طرف موصل کے قریب اربل شہر میں 608ھ کو پیدا ہوئے۔ بعد میں مصر منتقل ہوئے اور نائب قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد دمشق گئے جہاں ملک ظاہر نے آپ کو شام کا قاضی بنایا اور دس سال بعد ہٹا دیا گیا۔ پھر دوبارہ مصر آئے اور سات سال گزارنے کے بعد پھر شام چلے گئے اور قاضی کے عہدہ پر دوبارہ فائز ہوئے۔ دمشق کے کئی مدارس میں آپ نے تدریس کی۔ 681ھ میں دمشق میں وفات پائی، قاسیون میں دفن ہوئے۔ دیکھئے، زرکلی، **الاعلام**، ج1 ص220

136 أبو العباس، أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي (المتوفى: 681ھ) **وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان** (بيروت-دار صادر) ج4 ص289

137 أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، **فتح الباري شرح صحيح البخاري** (بيروت-دار المعرفة) ج7 ص150

138 آپ کا نام محمد بن احمد بن مجاهد القيسی الدمشقی الشافعی، شمس الدین ہے اور ابن الناصر الدین سے مشہور ہیں۔ آپ مشہور مؤرخ، محدث حافظ الحدیث تھے۔ 777ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ 837ھ میں دار الحدیث الأشرقیہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ دمشق کی ایک بستی میں جمعہ کے دن 27 ربیع الثانی 842ھ میں شہید کر دئے گئے۔ آپ کی مشہور تصنیفات میں سے "افتتاح القاری لصحیح البخاری، عقود الدار، الرد الوافر اور توضیح المشتبہ وغیرہ ہیں۔ دیکھئے، رضي الدين أبو البركات محمد بن أحمد بن عبد الله الغزي العامري الشافعي (المتوفى: 864 ھ) **بهجة الناظرين إلى تراجم المتأخرين من الشافعية البارعين** (لبنان، بيروت-دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزيع)، ج1 ص54

139 محمد بن عبد الله (أبي بكر) بن محمد ابن أحمد بن مجاهد الشافعي، شمس الدين، الشهير بابن ناصر الدين (المتوفى: 842ھ) **توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم** (بيروت-مؤسسة الرسالة) ج2 ص31

140 ابن مَنْدَہ، **الإيمان لابن منده**، ج2 ص697

141 ابن مَنْدَہ، **التوحيد ومعرفة أسماء الله عز وجل وصفاته على الاتفاق والتفرد** (المدينة المنورة-مكتبة العلوم والحكم) ج1 ص296

142 ابن مَنْدَہ، **الإيمان لابن منده**، ج1 ص468

143 السمعاني، **المنتخب من معجم شيوخ**، ص766

144 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،) ج17 ص33

145 محمد بن عمر بن أحمد بن عمر بن محمد الأصبهاني، أبو موسى (المتوفى: 581ھ) **ذكر الإمام أبي عبد الله بن منده**، ص33 رقم: 2

146 محولہ بالا، / الذهبي، **تاريخ الإسلام** ،ج8ص755

147 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج17ص32، / ابن عساكر، **تاريخ دمشق**، ج52ص32

148 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج17ص32 اور الذهبي، **تذكرة الحفاظ** (دار الكتب العلمية بيروت-لبنان) ج3ص158

149 الذهبي، **تذكرة الحفاظ** (دار الكتب العلمية بيروت-لبنان) ج3ص159

150 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج17ص36 اور أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عبد الهادي الدمشقي، **طبقات علماء الحديث**، ج3ص40

151 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج17ص35

152 ابن عساكر، **تاريخ دمشق**، ج52ص32

153 الذهبي، **سير أعلام النبلاء** (مؤسسة الرسالة،)ج17ص30

154 شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748ھ) **ميزان الاعتدال في نقد الرجال** (دار المعرفة بيروت-لبنان) ج3ص479

155 محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي (المتوفى: 902ھ) **فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي** (مصر-مكتبة السنة) ج1ص108، 109

156 أبو عبد الله أحمد بن حنبل، **الجامع لعلوم الإمام أحمد** (جمهورية مصر-دار الفلاح) ج3ص572۔

157 ابن أبي يعلى، **طبقات الحنابلة**، ج1ص328۔

158 تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية ا(المتوفى: 728ھ) **مجموع الفتاوى** (المدينة النبوية-مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف) ج12 ص573۔

159 الذهبي، **تاريخ الإسلام** (بيروت-دار الكتاب العربي) ج8ص755

160 أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي المعروف بالخطابي (المتوفى: 388ھ) **غريب الحديث** (دمشق-دار الفكر) ج1ص195

161 أحمد بن محمد بن الحسين بن الحسن، أبو نصر البخاري الكلاباذي (المتوفى: 398ھ) **الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد** (بيروت-دار المعرفة) ج1ص47

162 أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق، الأصبهاني (المتوفى: 430ھ) **معرفة الصحابة** ، ج1ص416، ج2ص1117، ج6ص3005

163 أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى: 463ھ) **الاستيعاب في معرفة الأصحاب** (بيروت-دار الجيل) ج4ص1772

164 أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث، الباجي الأندلسي (المتوفى: 474ھ) **التعديل والتجريح** (الرياض-دار اللوا) ج1ص331، 339، 341

165 أبو الفضل محمد بن طاهر بن علي، الشيباني، المعروف بابن القيسراني (المتوفى: 507ھ) **إيضاح الإشكال** (الكويت-مكتبة المعلا) ص42، 116، 121

166 أبو زكريا يحيى بن شرف النووي (676ھ) **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج** (بيروت-دار إحياء التراث العربي) ج1ص166، ج7ص35، ج14ص50

167 ابن عساكر، **تاريخ دمشق**، ج34ص387

168 المزي (المتوفى: 742ھ) **تهذيب الكمال في أسماء الرجال** (بيروت-مؤسسة الرسالة) ج1ص526، ج2ص29، ج5ص163، ج7ص133

169 آپ کا نام محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز، لقب شمس الدین اور کنیت أبو عبد اللہ ہے۔ 673ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں 748ھ میں وفات پائی۔ آپ حافظ، مورخ، اور مایہ ناز محقق تھے۔ آپ اصلاً ترکمانی تھے۔ آپ نے سو کے قریب تصانیف چھوڑی ہیں۔ دول الإسلام-ط، المشتبہ في الأسماء والأنساب، والكنى والألقاب، سیر اعلام النبلاء، الکاشف اور میزان الاعتدال في نقد الرجال آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ دیکھیے، أحمد بن علي بن محمد بن أحمد

العسقلاني، ابن حجر، أبو الفضل (المتوفى: 852ھ)، **الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة**(الهند: مجلس دائرة المعارف العثمانية، 1392ھ۔ 1972م)، ج5ص66۔

170 الذهبي، **ميزان الاعتدال في نقد الرجال**، ج1ص95،ج3ص450

171 آپ کا نام عبد الرحمن بن علی بغدادی جبکہ کنیت ابو الفرج ہے۔ مایہ ناز محدث اور مؤرخ تھے۔ 508ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں 597ھ میں وفات پائی۔ حلب اور بیرہ جو کہ فرات کے پاس واقع ہے، کے درمیان سے نہر جوز چلتی ہے، اس کی طرف نسبت کرکے آپ کو جوزی کہتے ہیں۔ آپ نے مختلف علوم وفنون میں تین سو کتب چھوڑی ہیں۔ دیکھیے، سیوطی، **طبقات الحفاظ**، ص480۔

172 ابن قيّم الجوزية، **تَهْذِيبُ سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ وَإِيضَاحِ مُشْكِلَاتِهِ**(الكتاب مرقم آليا وغير موافق للمطبوع) ج1ص483، ج2ص429

173 آپ کا نام اسماعیل بن عمر بن کثیر، لقب عماد الدین جبکہ کنیت ابو الفداء ہے۔ حافظ الحدیث، مؤرخ اور فقیہ تھے۔ 701ھ میں شام کے شہر بُصری کے مضافات میں پیدا ہوئے اور 706ھ میں اپنے بھائی سمیت دمشق منتقل ہوئے۔ حصول علم کے لئے دور دراز اسفار کیے۔ 774ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ ابن کثیر نے مختلف موضوعات پر کئی تصانیف چھوڑی ہیں۔ دیکھیے، ابن العماد حنبلی، **شذرات الذهب في أخبار من ذهب**، ج1ص67۔

174 أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير (المتوفى:774ھ) **تفسير القرآن العظيم**(ابن كثير)(بيروت-دار الكتب العلمية)ج5ص105،ج7ص87

175 آپ کا نام محمود احمد بن موسی بن احمد، کنیت ابو محمد اور شہرت عینی ہے۔ آپ عظیم محدث اور مورخ تھے۔ حلب، مصر، دمشق اور قدس میں رہے۔ اصلا حلب کے تھے، 762ھ میں عینتاب میں پیدا ہوئے اور 855ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ آپ کی کتب میں عمدۃ القاري في شرح البخاري، مغاني الأخيار في رجال معاني الآثار، البناية في شرح الهداية، المقاصد النحوية اور الروض الزاهر وغیرہ شامل ہیں۔ دیکھیے، شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي (المتوفى:902ھ)، **الضوء اللامع لأهل القرن التاسع** (بيروت: منشورات دار مكتبة الحياة)، ج10ص131۔

176 أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى:855) **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**(بيروت-دار إحياء التراث العربي) ج1ص18، ج2ص102،ج3ص216،ج10ص117

177 السخاوي، **فتح المغيث** ، ج1ص43،ج2ص236،169،ج3ص273،ج4ص128 وغیرہ

178 آپ کا نام عبد الرحمن بن ابی بکر جبکہ لقب جلال الدین ہے۔ حافظ الحدیث، مؤرخ اور مایہ ناز ادیب تھے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد 600 تک ہے۔ 849ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور پانچ سال کی عمر میں والد کے سائے سے محروم ہوگئے۔ چالیس سال کی عمر میں لوگوں سے علیحدگی اختیار کرلی اور روضۃ المقیاس میں نیل کے پاس خلوت نشیں ہوگئے، وہیں اپنی اکثر کتب لکھیں اور ادھر ہی 911ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے، زرکلی، **الأعلام**، ج3ص301۔

179 عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911ھ) **تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي**(دار طيبة) ج1ص452،533

180 ابن البيع، أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم، النيسابوري (المتوفى:405) **معرفة علوم الحديث**(دار الكتب العلمية-بيروت)ص 24

181 أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، **معرفة السنن والآثار** (دار الكتب العلمية-بيروت)ج1ص558

182 السمعاني، **المنتخب من معجم شيوخ** ، ص831

183 محمد بن عبد الغني بن أبي بكر بن شجاع، أبو بكر، ابن نقطة الحنبلي البغدادي (المتوفى:629ھ) **التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد**(دار الكتب العلمية)ص445

184 ابن عساكر، **تاريخ دمشق**، ج65ص104

185 النووي، **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**، ج10ص2

186 الذهبی، **تذكرة الحفاظ**، ج3ص158، ج4ص31،55،

187 العينى، **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**، ج6ص255

188 السيوطي، **تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي**، ج1ص533

189 إبن مَنْدَه، معرفة الصحابة، ص249۔

190 ابن حجر، **الإصابة في تمييز الصحابة**(بیروت-دار الکتب العلمیة) ج5ص118۔

191 حضرمی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے آپ ﷺ کا زمانہ پایا ہو لیکن آپ ﷺ کو دیکھا نہیں ہو یا حالت اسلام میں دیکھا نہ ہو۔ دیکھئے، **محمد بن مکرم بن** علی، أبو الفضل، جمال الدین ابن منظور الأنصاري، الإفریقي (المتوفى: 711ھ) لسان العرب(بیروت -دار صادر)ج12ص185، السخاوي، **فتح المغيث** ، ج4ص157

192 ابن مَنْدَہ، معرفة الصحابة، ص795۔

193 ابن مَنْدَہ، معرفة الصحابة، ص174۔

194 ابن حجر، **الإصابة في تمييز الصحابة**(بیروت-دار الکتب العلمیة) ج5ص7۔

195 ابن مَنْدَہ، معرفة الصحابة، ص314، / أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير (المتوفى: 630ھ) **أسد الغابة**(دار الفکر-بیروت) ج1ص199

196 اسی طرح چند دوسری کتب تراجم کے مصنفین نے بھی اپنی کتب کے آغاز میں نام نامی اسم گرامی رسول اللہ ﷺ کے بابرکت نام سے اپنی کتب کا آغاز کیا ہے جیسے امام عجلی اپنی کتاب تاریخ الثقات میں فرماتے ہیں کہ اسم احمد سے آغاز کا مقصد آپ ﷺ کے نام سے برکت حاصل کرنا ہے۔ دیکھئے، العجلی، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ، تاریخ الثقات، (دار الباز) ص45۔ امام بخاریؒ نے بھی کتاب التاریخ الکبیر کے آغاز میں سر فہرست المحمدون کا عنوان قائم کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے نام کی رعایت کی وجہ سے اسم محمد سے آغاز کیا ہے۔ دیکھئے، بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، **التاریخ الکبیر** (دائرۃ المعارف العثمانیہ ،حیدرآباد-دکن) ج1ص11

197 ابن مَنْدَہ، معرفة الصحابة، ص514

198 آپ کا نام علی بن محمد جزری جبکہ کنیت أبو الحسن ہے۔ یہ مؤرخ، ماہر انساب اور ادب عربی کے امام تھے۔ 555ھ میں جزیرہ میں پیدا ہوئے اور موصل میں سکونت اختیار کی اور یہیں 630ھ میں وفات پائی۔ آپ نے تاریخ اور ادب پر کئی کتابیں لکھیں ہیں۔ دیکھیے ،زرکلی، الاعلام، ج4ص331۔

199 ابن الأثير (المتوفى:630ھ) أسد الغابة(دار الفکر-بیروت) ج5ص158

200 ابن مَنْدَہ، معرفة الصحابة، ص200

201 ایضاً، ص478

202 ایضاً، ص533

203 ایضاً، ص672

204 ایضاً، ص795

205 ابن مَنْدَہ، معرفة الصحابة، ص270

206 ایضاً، ص190

207 ابن حجر، **الإصابة في تمييز الصحابة**(دار الکتب العلمیة-بیروت) ج1ص220

208 آپ کا نام یوسف بن عبد اللہ قرطبی جبکہ کنیت ابو عمر ہے۔ مؤرخ، ادیب، مایہ ناز محقق اور بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے، آپ کو حافظ المغرب کہا جاتا تھا۔ 368ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے اور 463ھ میں شاطبہ میں وفات پائی۔ طلب علم کے لئے اندلس کے مشرق و مغرب میں کافی اسفار کیے۔ شبونہ اور شنترین (اندلس کے شہر) کے قاضی بھی رہے۔ دیکھیے، ذہبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ج3ص217۔

209 ابن عبد البر، **الاستيعاب في معرفة الأصحاب**(بیروت-دار الجیل) ج4ص1772۔

210 أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير (المتوفى:630ھ) أسد الغابة(بیروت-دار الفکر) ج1ص199۔

211 شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى:748ھ) میزان الاعتدال فی نقد الرجال (بیروت-لبنان-دار المعرفة) ج3ص479۔

[212] أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى:852ھ) تهذيب التهذيب (الهند-مطبعة دائرة المعارف النظامية) ج6 ص312۔

[213] أبوالفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى:852ھ) لسان الميزان (لبنان-بيروت-مؤسسة الأعلمي،) ج3 ص383۔